A. Q Abbasi Whatsapp Group join us # 0301-2383762

جراحات السنان لها التيام
ولا يلتام ما جرح اللسان

زبان کی شرارتیں

تالیف

سعید الحق جدون

جدون پبلی کیشنز صوابی

جراحات السنان لها التیام
ولا یلتام ما جرح اللسان

زبان کی شرارتیں

تالیف
سعید الحق جدون

A. Q Abbasi Whatsapp Group join us # 0301-2383762

مکتبہ سید احمد شہیدؒ اکوڑہ خٹک

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب .... زبان کی شرارتیں

تالیف .... سعید الحق جدون

طبع دوم .... ستمبر ۲۰۱۸ء

ناشر .... مکتبہ سید احمد شہیدؒ اکوڑہ خٹک

ملنے کے پتے

۱۔............... مکتبہ سید احمد شہیدؒ اکوڑہ خٹک

۲۔............... علمی کتب خانہ شیوا اڈہ

۳۔............... مدنی کتب خانہ صوابی

۴۔............... اسلامی کتب خانہ صوابی

۵۔............... مکتبہ طیبہ ٹوپی

A. Q Abbasi Whatsapp Group join us # 0301-2383762

زبان کی آفتیں

مولانا محمد ابراہیم فانی نور اللہ مرقدہ

استاذ حدیث جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ انسان کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار رہتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''حضرت عبداللہ بن سفیانؓ اپنے والدؓ سے نقل کرتے ہیں:'' قلت یا رسول اللہ أخبرني عن الإسلام بأمر لا أسأل عنه أحدا بعدك قال قل امنت بالله ثم استقم قلتُ فما اتقي فأومأ بيده إلى لسانه'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد مجھے اس کے بارے میں کسی اور سے سوال نہ کرنا پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امنتُ باللّٰہ کہو اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔ میں نے عرض کیا، میں کس چیز سے پرہیز کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ....ے

زبان در دہاں خرد مند چیست — کلید در گنج صاحب ہنر

چوں در بستہ باشد چہ داند کسے — کہ جوہر فروش است یا پیلہ ور

اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقدیم میں پیدا کیا اس کو خوبصورت جسم سے نوازا، اس کو آنکھیں کان، ناک اور مختلف اعضاء عطا کیں۔ ان اعضاء میں گوشت کا ایک ٹکڑا بھی ہے جس کو زبان کہا جاتا ہے اسی زبان کی بدولت ہم گویائی پر قادر ہیں۔ اسی زبان سے ہم قرآن کریم کی تلاوت، اور احادیث رسول کی قرأت، ذکر واذکار، وعظ وتزکیہ اور نصیحتیں و وصیتیں بھی کرتے ہیں۔ جس سے ہمیں بھی فائدہ پہنچتا ہے اور دوسرے بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ لیکن یہی زبان ہے اگر ہم اس کو فحش گوئی، گالی گلوچ، جھوٹ اور غیبت میں استعمال کریں تو اس میں اخروی نقصان تو ہے ہی لیکن بعض

A. Q Abbasi Whatsapp Group join us # 0301-2383762

اوقات اس سے آپس میں بہت بڑے جھگڑے بھی پیدا ہوتے ہیں اور یہ ہمارا مشاہدہ ہے، اس وجہ سے عقلاء فرماتے ہیں کہ اگر زبان سے اچھی باتیں نہیں کر سکتے تو پھر اس سے خاموشی بہتر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے: ''خمی خموشی معنی دارد کہ در گفتن می آید'' یعنی خاموشی میں ایک صفت موجود ہے جو گفتگو اور باتوں کرنے میں نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی کو گالی دیتا ہے تو دوسرا اسے کہتا ہے کہ کاش تم مجھے مارتے لیکن یہ گالی مجھے نہیں دیتے۔ عربی کا شعر ہے.........ے

جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

غالباً حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں آیا ہے کہ آپ کبھی کبھی اپنے زبان کو پکڑتے اور فرماتے کہ کاش میری منہ میں زبان نہ ہوتی۔ بعض اوقات کوئی بغیر سوچے بات کہتا ہے جس سے دوسروں کو تکلف پہنچتی ہے۔ بعد میں اس پر پشیمان اور نادم بھی ہوتا ہے لیکن پھر تو ندامت کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسی وجہ سے اردو میں کہاوت مشہور ہے: ''پہلے تولو پھر بولو''

زیر نظر کتاب میں ہمارے بہت ہی محترم مولانا حافظ سعید الحق جدونؔ فاضل دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اسی موضوع پر بہت ہی البیلے اور اچھوتے انداز میں قلم اٹھایا ہے اور قرآن وحدیث واقوال عقلاء کی روشنی میں زبان کی حفاظت کے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے۔ حافظ صاحب ماشاء اللہ بہترین مضمون نگار ہیں، آپ کے پُر مغز اور قیمتی مضامین ومقالات مجلہ پیامِ حق نوشہرہ، ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک اور ملک کے دیگر مقتدر رسائل وجرائد میں شائع ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح کئی تصنیفات وتالیفات بھی آپ نے کی ہیں جن میں سے بعض مطبوعہ ہیں اور بعض غیر مطبوعہ۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تحریر وقلم میں برکت سے نوازیں۔ اور ان کی علمی وتحقیقی مضامین سے تشنگانِ علم کی سیرابی کا اہتمام وقتاً فوقتاً فرمایا کریں۔

محمد ابراہیم فانیؔ غفرلہ

A. Q Abbasi Whatsapp Group join us # 0301-2383762

فہرست مضامین

☆......زبان کی آفتیں...... ۳
☆......فہرست...... ۵
☆......زبان کی شرارتیں...... ۷
☆......زبان کی حفاظت اور تعلیماتِ نبویؐ...... ۱۳
☆......زبان کی حفاظت اور افکارِ اسلاف...... ۱۷
☆......زبان کا غلط استعمال...... ۲۰
☆......غیبت...... ۲۲
☆......الزام تراشی...... ۲۶
☆......چغل خوری...... ۲۸
☆......تجسس...... ۲۹
☆......سرگوشی...... ۳۰
☆......بے جا تنقیدیں...... ۳۱
☆......دوسروں کا مذاق اڑانا...... ۳۲
☆......مبالغہ آرائی اور خوشامد...... ۳۳
☆......دورُخی...... ۳۴
☆......افواہ طرازی...... ۳۵
☆......راز پاشی...... ۳۶
☆......برے ناموں سے پکارنا...... ۳۷

A. Q Abbasi Whatsapp Group join us # 0301-2383762

☆ بسیار گوئی ۳۸
☆ مسجع ومقفی کلام ۳۹
☆ بدگوئی ۴۰
☆ جھوٹ ۴۱
☆ جھوٹی گواہی ۴۳
☆ جھوٹا وعدہ ۴۴
☆ جھوٹی قسم ۴۶
☆ ناجائز سفارش ۴۹
☆ فضول گوئی ۵۱
☆ فخر کرنا ۵۳
☆ عار دلانا ۵۵
☆ دینی معاملات میں غیر محتاط گفتگو ۵۷
☆ شیخی مارنا ۵۹
☆ دوسروں کی بات کاٹنا ۶۱
☆ نوحہ بازی ۶۳
☆ زبان کا غلط استعمال اور خود احتسابی ۶۴

A. Q Abbasi Whatsapp Group join us # 0301-2383762

زبان کی شرارتیں

زبان انسانی جسم میں گوشت کا وہ چھوٹا سا لوتھڑا ہے جو انسان کو جنت تک بھی پہنچا دیتا ہے اور جہنم میں اوندھے منہ بھی گرا دیتا ہے اس کے ذریعے انسان چاہے تو اپنی آخرت کے لیے نیکیوں کے خزانے جمع کرسکتا ہے اور چاہے تو اپنی آخرت برباد کرسکتا ہے۔

زبان سے ہی انسان نیکی اور بھلائی کی باتیں کرتا ہے اور زبان سے ہی ناشکری اور کفریہ جملے بکتا ہے اگر زبان کو قابو کیا جائے تو یہ بہت فائدہ مند ہے اگر کھلا چھوڑ دیا جائے تو اس سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ کوئی اور چیز نہیں۔کہنے کو یہ چھوٹی سی زبان ایک گوشت کا لوتھڑا ہے لیکن اپنے تاثرات اور نتائج کے اعتبار سے بہت برعکس ہے۔اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جب انسان صبح کرتا ہے تو سارے اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں کہ ہمارے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہ،اس لیے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر تو درست ہے تو ہم سب بھی درست ہیں اگر تو ٹیڑھی ہے تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے۔یہ زبان ہی ہے جو انسان کو عزت و مرتبے کا حقدار بنا دیتی ہے اور انسان زبان ہی کی وجہ سے ذلت سے دوچار ہوتا ہے لوگوں میں زبان کی بے احتیاطی عام ہے جو منہ میں آیا بغیر سوچے سمجھے کہہ دیا۔ہمارے آس پاس آئے دن جو جھگڑے،ہنگامے،فسادات ہوتے رہتے ہیں ان کی بنیاد اس زبان کی بے احتیاطی اور بے جا استعمال ہے۔حدیث شریف میں ہے''انسان اپنی زبان کی وجہ سے اس سے بھی زیادہ پھسل جاتا ہے جتنا اپنے قدم سے پھسلتا ہے۔''[بیہقی]

زبان سے نکلنے والا ہر لفظ کا حساب لیا جائے گا۔اس ضمن میں ارشادات ربانی ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (انسان) کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکل پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار رہتا ہے(ق:۱۸) ایک اور جگہ ارشاد ہے:''وہ ہرگز نہیں یہ جو کچھ بھی کہہ رہا ہے ہم اسے ضرور دیکھیں گے اور اس کے لیے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے۔''[مریم:۷۹]

یہ زبان ہی ہے جو دوست کو دشمن بناتی ہے، اگر زبان کی حفاظت نہ کی جائے تو اس سے بے شمار اقسام کی خباثتیں نکلتی ہیں، مثلاً غیبت، چغل خوری، بے صبری، ناشکری، شکوہ وشکایت، بہتان، بد زبانی، عیب جوئی، نکتہ چینی، طعنہ زنی، لعنت کرنا، نوحہ بازی، اور بے جا تنقیدیں، ان سب گناہوں کی آلہ کار زبان بنتی ہے۔

بعض اوقات انسان اپنی زبان سے کوئی بات نکالتا ہے اور اس کو اپنے نزدیک بہت معمولی سمجھتا ہے اگر وہ بات حق ہوتی ہے تو یہ معمولی سی بات جنت میں اس کی بلندی کا سبب بن جاتی ہے اگر وہ بات باطل ہو تو وہی انسان کو دوزخ میں لے جانے کا باعث بنتی ہے۔ زبان کا بگاڑ پورے جسم کا بگاڑ ہے یہ عجیب بات ہے کہ انسان بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاتا ہے مگر اسے اپنی زبان قابو میں رکھنا دشوار ہوتا ہے کچھ لوگ عبادت میں اپنے آپ کو تھکا دیتے ہیں مگر زبان کی مطلق پروا نہیں کرتے۔

زبان کی شرارتوں اور آفتوں کی وجہ سے انسان مصائب اور مشکلات کی گرداب میں پھنس جاتا ہے اس گرداب سے بچنے اور نکلنے کے لئے قرآن نے ایک آسان نسخہ بتایا ہے جس پر عمل کرکے ہم ان مصیبتوں اور پریشانیوں سے نکل سکتے ہیں وہ نسخہ ہے ''زبان کی حفاظت اور اصلاح'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِیدًا یُصْلِحْ لَکُمْ أَعْمَالَکُمْ
وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوبَکُمْ

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو تاکہ تمہارے واسطے تمہارے
کام سنوار دے اور تمہاری گناہوں کو بخش دے۔''

اس آیت کریمہ میں مومنوں سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر تم نے اپنی زبان کو غلطی سے روک لیا، کلام درست اور بات سیدھی کرنے کے خوگر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی اصلاح فرمائیں گے اور جو تقصیرات ہوئی ہیں ان کو معاف فرمادیں گے۔

قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ جس حکم کی تعمیل میں مشقت اور دشواری ہو تو اس سے پہلے "اتقوا اللّٰہ" کی تلقین کرتے ہیں تاکہ یہ کام آسان ہو جائے، زبان پر قابو پانا، زبان کے غلط استعمال سے بچنا اور صحیح استعمال کرنا آسان کام نہیں۔ اس لیے "اتقوا اللّٰہ" کے بعد "قولوا قولاً سدیداً" فرما کر اس بات کی ہدایت فرما دی کہ تقوی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ لوگوں کو اپنی زبان سے ایذاء دینا ہے۔ چاہے وہ چغل خوری ہو، یا الزام تراشی، گالی گلوچ ہو یا لعن طعن، بہر حال انسان کو تقویٰ اس وقت آسان ہو جائے گی جب وہ غلط زبانی چھوڑ دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو زبان کی شرارتوں سے خبردار کیا ہے اور ان شرارتوں سے بچنے کی تاکید کی ہے کیونکہ معاشرے میں سب سے زیادہ بگاڑ زبان کے غلط استعمال سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ زبان کی شرارتوں، آفتوں، بدیوں اور برائیوں کی وجہ سے انسان گرفتارِ بلا ہو جاتا ہے۔ زبان کی بے راہ روی مصائب سے دوچار کرتی ہے اور اس کی فتنہ انگیزیاں طاقتِ انسان کے جادۂ سفر میں ایک صحرائے آفت برپا کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ" [صحیح بخاری]

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"

گویا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کامل مسلمان ہی تسلیم نہیں کیا ہے جو زبان اور ہاتھ کے غلط استعمال کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کو ہاتھ سے پہلے اس لیے ذکر کیا کہ زبان کی شرارتیں اور ایذائیں ہاتھ کی ایذاؤں اور شرارتوں سے زیادہ ہیں اور ہاتھ کی نسبت زبان کی آفتیں اور شرارتیں زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہیں۔ اس لیے زبان کو ہاتھ سے مقدم ذکر کیا" ہاتھ کی شرارتوں کا ازالہ تو کسی حد تک ہو سکتا ہے لیکن زبان کی شرارتوں کا ازالہ نہیں ہو سکتا ہے ہاتھ کے زخم کا علاج ہو سکتا ہے لیکن زبان کے

زخم کا علاج نہیں ہوسکتا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوب فرمایا ہے :

جراحات السنان لها التيام

ولا يلتام ما جرح اللسان

''تلوار کی زخمیں تو بھر جاتے ہیں لیکن زبان کا زخم نہیں بھرا کرتا''

جب زبان کی شرارت اس قدر نقصان دہ اور خطرناک ہے تو چاہئے کہ اس معاملے میں احتیاط برتی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا:''اسے قابو میں رکھو'' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!''جس کے ذریعے ہم کلام کرتے ہیں کیا اس کے متعلق بھی پوچھ گچھ ہوگی'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جو دوزخ میں اوندھے منہ گرائے جائیں گے وہ اس زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی ہی تو ہے۔''

زبان کی شرارتیں، آفتیں اور فتنے بے شمار ہیں۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''احیاء العلوم'' میں لکھتے ہیں:''کہ زبان کو ہلانے سے جیسی بڑے گناہ وجود میں آتے ہیں ان گناہوں سے بچنے کے لیے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا حکیمانہ گر بتایا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان زبان کی آفتوں اور شرارتوں سے محفوظ و مامون ہوسکتا ہے اور وہ گر ہے''خاموشی'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے''من صمت نجا''[ترمذی]

''جو شخص کلام بد سے چپ رہا اس نے دین و دنیا میں نجات پائی۔''

جب فضول گفتگو اور لایعنی باتوں سے خاموشی برتی جائے تو نتیجہ لازمی نجات کی صورت میں نکلے گا۔انسان پر لازم ہے کہ وہ لعن طعن، سب وشتم، گالی گلوچ، چغل خوری، افواہ طرازی، دورخی، الزام تراشی، مبالغہ آرائی، راز پاشی، خوشامدی، بسیار گوئی، جھوٹ، جھوٹی گواہی، غیبت اور لایعنی باتوں سے خاموش رہے، جو کلام بڑا ضروری ہو وہی کرے۔بڑی اہم بات کے لیے زبان ہلائے اس پر ضبط کا ایسا پہرہ بٹھائے کہ بغیر ضرورتِ شرعی کے ہرگز حرکت نہ کرے۔کیونکہ خاموشی میں ہی نجات وفلاح کا راز

مضر ہے۔

حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ "اگر بولنا چاندی ہے تو خاموشی سونا ہے" وہب ابن منبہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ طب کی بنیاد ہمدردی ہے اور حکماء کا اتفاق ہے کہ "دانائی کی بنیاد خاموشی ہے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "خاموشی محبت کا داعی ہے" حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں حکماء کا قول ہے کہ "علم کے ہوتے ہوئے بھی خاموشی اچھی ہے، بردباری کا تقاضا بھی یہی ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے" کم علمی کا علاج بھی خاموشی ہے، جہالت کے عیب کا پردہ بھی خاموشی ہے اور مصیبت کے وقت بھی خاموشی ہی میں خیر ہے۔ عبدالرحمٰن بن شریح رحمۃ اللہ فرماتے ہیں "آدمی خاموشی سے بڑھ کر بہتر کسی چیز کا انتخاب نہیں کرسکتا۔"

خاموشی وہ اسلحہ ہے جس کے ذریعے ہم زبان کی شرارتوں سے بچ سکتے ہیں۔ خاموشی سے ہم نے اپنے بے شمار عیوب چھپاسکتے ہیں۔ اپنے آپ کو بے شمار گناہوں سے بچاسکتے ہیں، دوسروں کو اپنی زبان کی ایذاء رسانیوں سے محفوظ کرسکتے ہیں اس لیے کامیابی اس میں ہے کہ انسان حتی الوسع خاموش رہے۔ صدف جب تک خاموش رہتا ہے اس کے اندر موتی موجود ہوتے ہیں لیکن جب وہ لب ہلاتا ہے اس کی مہر سکوت ٹوٹ جاتی ہے تو اس کا سینہ جواہرات سے خالی ہوجاتا ہے۔

زبان کی شرارتوں کے اس گرداب میں امت مسلمہ پھنسی ہوئی ہے۔ جھوٹ، غیبت، جھوٹی گواہی، جھوٹی قسمیں، الزام تراشی، سب وشتم جیسے سنگین گناہ روز کا مشغلہ بن گیا ہے۔ معاشرتی برائیوں کے اس بھنور سے نکلنے کا ایک موثر طریقہ قرآن وسنت کی اس ضمن میں تعلیمات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت وترویج ہے۔

معاشرتی برائیوں کے انسداد کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ معاشرے کے ہر فرد تک ان موضوعات سے متعلق ارشادات ربانی اور فرمودات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچائے جائیں تاکہ وہ

ان تعلیمات سے رہنمائی لے کر معاشرے کے بگاڑ اور فساد کے موجب نہ بنیں۔

اسی مقصد کے پیش نظر ان صفحات میں قرآن وسنت کی روشنی میں زبان کی شرارتوں اور آفتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور مختصر کتابچہ ترتیب دیا گیا ہے۔ کتاب کے دو ابواب ہیں۔ باب اول میں زبان کی حفاظت پر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر واسلاف کی افکار سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے باب میں زبان کے غلط استعمال سے پیدا ہونے والی برائیوں کا تذکرہ ہے۔ دونوں حصوں میں میرے پیش نظر دو کتابیں رہیں ایک حافظ الحدیث عبداللہ بن محمد البغدادی المعروف بہ ابن ابی الدنیا کی عربی کتاب "الصمت وآداب اللسان" اور دوسری امام غزالی رحمہ اللہ کی "احیاء العلوم" ان دونوں کتابوں کے حوالے کا ہر جگہ التزام نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ جن کتابوں سے جو بات لی گئی ان کا حوالہ دے دیا گیا۔

کتاب مکمل ہونے پر تو ہر مولف اور مصنف کو خوشی ہوتی ہے لیکن مجھے جس بات پر سب سے زیادہ خوشی محسوس ہو رہی ہے وہ جدون پبلی کیشنز کا قیام ہے اس اشاعتی ادارے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ایسی کتابیں شائع کی جائیں جس سے ہماری اصلاح ہو جائے۔ اسی فکر کے پیش نظر اس اشاعتی سلسلے کا آغاز میری کتاب "زبان کی شرارتیں" سے ہو رہا ہے۔ اللہ کرے کہ ادارہ اپنا یہ علمی، تحقیقی اور طباعتی سفر جاری رکھے۔ اور دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی رہے۔ السعی منا والاتمام من اللہ

سعید الحق جدون

۲۲ر جون ۲۰۱۱ء

باب اول:

زبان کی حفاظت اور تعلیماتِ نبویؐ

زبان کی اصلاح اور حفاظت ایمان کی حفاظت کے مترادف ہے جو شخص اپنی زبان قابو میں نہیں رکھتا وہ اکثر پریشان رہتا ہے جس کی زبان اس پر حکمران ہو، تو وہی اس کی ہلاکت کا فیصلہ کرتی ہے، یہ زبان ہی ہے جو دوست کو دشمن بناتی ہے۔ اگر زبان کی حفاظت نہ کی جائے تو اس سے بے شمار اقسام کی خباثتیں نکلتی ہیں۔ مثلاً جھوٹ، غیبت، شکایت، بے صبری، بدزبانی، جھگڑا، عیب جوئی نکتہ چینی، طعنہ زنی وغیرہ ان سب گناہوں کی الہ کار زبان بنتی ہے۔ زبان کی حفاظت میں دنیا و آخرت کی نجات ہے۔ اگر انسان فضول بولنے کی عادت ترک کر دے اور حتی الامکان خاموشی کا راستہ اختیار کرلے تو دنیا میں فتنوں سے اور آخرت میں گناہوں سے نجات ہوگی۔ زبان کی حفاظت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے چند ارشاد گرامیہ پیش خدمت ہیں۔

(۱)...... حضرت عبداللہ بن سفیان اپنے والد رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ :

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ بِاَمْرٍ لَا اَسْاَلُ عَنْہُ اَحَدًا بَعْدَکَ قَالَ: قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ قُلْتُ فَمَا اَتَّقِیْ فَاَوْمَأَ بِیَدِہٖ اِلٰی لِسَانِہٖ

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد مجھے اس بارے میں کسی اور سے سوال نہ کرنا پڑے۔ ارشاد فرمایا اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کہو اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔ میں نے عرض کیا میں کس چیز سے پرہیز کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔

(۲)...... حضرت اسود بن اصرم محاربی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :

قُلْتُ أَوْصِنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَتَمْلِكُ يَدَكَ قَالَ قُلْتُ فَمَا أَمْلِكُ إِذَا لَمْ أَمْلِكْ يَدِيْ قَالَ أَتَمْلِكُ لِسَانَكَ قَالَ فَمَا أَمْلِكُ إِذَا لَمْ أَمْلِكْ لِسَانِيْ قَالَ فَلَا تَبْسُطْ يَدَكَ إِلَّا إِلٰى خَيْرٍ وَلَا تَقُلْ بِلِسَانِكَ إِلَّا مَعْرُوْفًا

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے نصیحت فرمائیے۔ فرمایا اپنے ہاتھ پر قابو رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا اگر اپنے ہاتھ کو قابو میں نہ رکھ سکوں تو کس چیز کو قابو میں رکھوں؟ ارشاد فرمایا: کیا اپنی زبان کو قابو میں رکھتے ہو؟ عرض کیا اگر زبان کو قابو میں نہ رکھ سکوں تو کس چیز کو قابو میں رکھوں؟ ارشاد فرمایا: اپنا ہاتھ نیکی ہی کی طرف بڑھانا اور اپنی زبان نیکی ہی کے لیے کھولنا۔

۳...... ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں :

إِنَّ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم! أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ فَأَخْرَجَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم لِسَانَهُ ثُمَّ وَضَعَ عَلَيْهِ إِصْبَعَيْهِ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کونسا عمل افضل ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک نکالی اور پھر اس پر اپنی دو انگلیاں رکھ دی۔

۴...... حضرت سہل بن ساعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

مَنْ يَّتَوَكَّلَ بِيْ بِمَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَرِجْلَيْهِ أَتَوَكَّلُ بِالْجَنَّةِ

"جو آدمی مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیانی والی اور دونوں ٹانگوں کے

درمیانی والی چیز کی ضمانت دے میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

۵...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یَسْتَقِیْمُ إِیْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰی یَسْتَقِیْمَ قَلْبُهٗ وَلَا یَسْتَقِیْمُ قَلْبُهٗ حَتّٰی یَسْتَقِیْمَ لِسَانُهٗ وَلَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ لَا یَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ

"آدمی کا ایمان درست نہیں ہوتا جب تک اس کا دل سیدھا نہ ہو اور دل سیدھا نہیں ہوتا جب تک اس کی زبان سیدھی نہ ہو اور وہ آدمی جنت میں نہیں جائے گا جس کے ہمسائے اس کے ایذاؤں سے محفوظ نہ ہوں۔"

۶...... حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ:

إِذَا أَصْبَحَ إِبْنُ آدَمَ أَصْبَحَتِ الْأَعْضَاءُ کُلُّهَا تَکْفُرُ اللِّسَانَ تَقُوْلُ إِتَّقِ اللّٰهَ فِیْنَا فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ فَإِنَّكَ إِنْ إِسْتَقَمْتَ إِسْتَقَمْنَا وَإِنْ إِعْوَجَجْتَ إِعْوَجَجْنَا

"جب آدمی صبح کو اٹھتا ہے اور اس کے سب اعضاء زبان سے شکوہ کرتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ساتھ وابستہ ہیں کیونکہ اگر تو درست رہی، تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہوں گے۔"

۷...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ کَفَّ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ مَلَكَ غَضَبَهٗ وَقَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَذَابَهٗ وَمَنْ إِعْتَذَرَ إِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهٗ

"جس نے اپنی زبان قابو میں رکھی اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرماتے ہیں۔ جو اپنے غصہ پر قابو رکھے اللہ تعالیٰ اسے اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں گے اور جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی مانگے اللہ تعالیٰ اس کی معافی قبول فرماتے ہیں۔"

۸...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

أَنَّ رَجُلًا سَئَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

"ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اسلام کا کونسا عمل افضل ہے؟ ارشاد فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔"

۹...... بشر بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے مرفوعاً بیان کیا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَاقِرَةُ بِلِسَانِهَا

"یقیناً اللہ تعالیٰ اس بلیغ آدمی سے نفرت کرتے ہیں جو زبان سے باتوں کو ایسے گھیرتا ہے جیسے گائے زبان سے چارہ سمیٹتی ہے۔"

۱۰...... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا النَّجَاةُ قَالَ أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ

"میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھ۔ تمہارے گھر میں تمہاری ضرورت کے مطابق گنجائش ہو اور اپنی غلطی پر رو۔"

زبان کی حفاظت اور افکارِ اسلاف

زبان انسانی جسم میں گوشت کا وہ چھوٹا سا لوتھڑا ہے جو انسان کو جنت تک بھی پہنچا دیتا ہے اور جہنم میں اوندھے منہ بھی گرا دیتا ہے۔ زبان اور دل سے کلمہ طیبہ پڑھ کر قبول کرلیا جائے تو ستر برس کا کافر بھی جنت میں چلا جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ اس زبان کو غلط استعمال کیا جائے تو اس کے نقصانات بھی بے شمار ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ زبان کو غلط حرکت دینے سے بیس بڑے بڑے گناہ وجود میں آتے ہیں جن میں جھوٹ، غیبت، چغل خوری، بہتان، الزام تراشی، فضول بحث، فحاشی، گالم گلوچ، پُرتکلف مصنوعی گفتگو، لعن طعن، گانا بجانا، دوسروں کا مذاق اڑانا، وعدہ خلافی کرنا دوسروں کے راز فاش کرنا، دوسروں کی چاپلوسی کرنا، اور خوشامد کرکے ان کی تعریف کرنا، دینی معاملات میں غیر محتاط گفتگو کرنا شامل ہیں۔ یہ سب بڑے گناہ زبان کو حرکت دینے اور بولنے سے وجود میں آتے ہیں۔ جبکہ زبان پر قابو پانے اور خاموش رہنے میں ان سب گناہوں سے نجات ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابر واسلاف زبان کے استعمال میں احتیاط سے کام لیتے تھے۔ جب تک کوئی ضرورت یا حاجت داعی نہ ہوتا تو بلاوجہ بولنے سے پرہیز کرتے تھے۔ ذیل میں ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ کی کتاب "الصمت و اداب اللسان" سے اکابر واسلاف کے ان افکار عالیہ میں سے چند شذرات پیش کرتے ہیں۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ مجتہدین، علماء وصلحاء اور مشائخ زبان کی حفاظت میں کس حد تک احتیاط کرتے رہے۔ اور اس سلسلے میں امت کو کیا نصیحت کر گئے۔

(۱) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

''قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں زمین پر زبان کو طویل عرصہ تک قید میں رکھنے سے زیادہ ضروری کام کوئی اور نہیں ہے۔''

(۲) حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''جس کام سے واسطہ نہ ہو اسے چھوڑ دو، جو معاملہ تم سے متعلق نہ ہو اس میں بات نہ کرو اور زبان اسی طرح محفوظ رکھو جیسے اپنے پیسوں کو محفوظ رکھتے ہو۔''

(۳) وہب ابن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی آل کی حکمتوں میں سے ہے کہ

''عقلمند پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے حالات سے واقف رہے۔ اپنی زبان کا محافظ رہے اور اپنے نفع ونقصان پر نظر رکھے۔''

(۴) حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے کہ :

''جس نے اپنی زبان کی حفاظت نہ کی اس نے دین کو نہیں سمجھا۔''

(۵) حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حواریوں نے کہا کہ ہمیں نصیحت فرمایئے۔ ارشاد فرمایا :

''کبھی بات نہ کرو، عرض کیا یہ تو نہیں ہو سکتا ہے، فرمایا پھر صرف بھلائی کی بات کیا کرو۔''

(۶) ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''دانائی کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جو برے آدمی کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ برائی سے نہیں بچ سکتا۔ جو برائی کی جگہوں میں جاتا ہے وہ تہمت سے نہیں بچ سکتا اور جو زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے۔''

(۷) حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''کوئی حج، جہاد فی سبیل اللہ اور دینی کوشش زبان کو قابو رکھنے سے سخت نہیں

ہے۔ اگر زبان کو چھوڑ کر رکھو گے تو شدید غم میں مبتلا ہو گے۔ مومن کی قید یہی ہے کہ وہ اپنی زبان کو قید میں رکھے اور زبان کو قابو میں رکھنا سب سے مشکل کام ہے۔"

(۸) حضرت حسن بن سعید باہلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر سے اچھا کوئی شعر نہیں کہا .... ؎

تَعَاهَدْ لِسَانَكَ إِنَّ اللِّسَانَ سَرِيْعٌ إِلَى الْمَرْءِ فِيْ قَتْلِهِ
وَهٰذَا اللِّسَانُ بَرِيْدُ الْفُؤَادِ يَدُلُّ الرِّجَالَ عَلٰى عَقْلِهِ

"اپنی زبان کو قابو میں رکھ کیونکہ زبان آدمی کو قتل کرانے میں بڑی تیز ہے اور یہ زبان دل کا قاصد ہے جو لوگوں کو بولنے والے کی عقل کا پتہ دیتی ہے۔"

(۹) ایک قریشی بزرگ سے منقول ہے:

"کہ ایک عالم سے پوچھا گیا آپ اکثر خاموش کیوں رہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: "میں اپنی زبان کو کاٹنے والا درندہ سمجھتا ہوں۔ اگر میں نے اسے آزاد چھوڑا تو یہ مجھے کاٹ لے گی۔"

(۱۰) قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

"میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی زبان کا کنارہ پکڑا ہوا تھا اور کہہ رہے تھے "اس نے مجھے خطرات میں ڈال رکھا ہے۔"

☆☆☆

باب دوم:

زبان کا غلط استعمال

زبان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک بڑی نعمت ہے، اس نعمت کا صحیح استعمال ہر ذمہ دار کا فرض ہے، دنیا میں زیادہ تر نقصانات زبان کے غلط استعمال سے پیدا ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی زیادہ غلطیاں اس کی زبان سے سرزد ہوتی ہیں، جھوٹ، غیبت چغل خوری، طعن وتشنیع اور بہتان جیسے عظیم گناہوں کے ارتکاب کا ذریعہ زبان ہی ہے، اس لئے اسلام نے ان تمام جرائم کے سدِ باب کیلئے زبان پر قابو رکھنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ "جو آدمی مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اس کیلئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، حضرت معاذ بن جبلؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "جو کچھ ہم بولتے ہیں اس پر ہمارا مواخذہ ہوگا؟" ارشاد فرمایا: "اے ابن جبل تمہاری ماں تمہیں روئے لوگ اپنی زبانوں کی کمائی کے سبب ہی اوندھے منہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔"

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس پر میں پابندی سے عمل کرتا رہوں۔ ارشاد فرمایا" کہو میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔" میں نے عرض کیا یارسول اللہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو میرے بارے میں سب سے زیادہ خوف کس چیز کا ہے؟ آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا: "اس کا۔"

ایک شخص نے جعفر برمکی سے پوچھا کہ "ایک بندے میں کتنے عیب ہوتے ہیں" جعفر برمکی رحمہ اللہ نے کہا "عیب تو بے شمار ہوتے ہیں مگر ایک خوبی ایسی بھی ہے جس پر عمل کرنے سے انسان کے تمام عیوب پر پردہ پڑتا ہے" سائل نے پوچھا "وہ خوبی کونسی ہے" جعفر نے کہا "زبان پر قابو پانا۔"

زبان کے غلط استعمال سے لوگوں کے دلوں کو اذیت پہنچتی ہے حالانکہ مسلمانوں کو ایذا رسانی سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے۔

شریعت نے اس بات کی نہایت تاکید کی ہے کہ مسلمانوں کی عزت وآبرو محفوظ رہے اور باہمی تعلقات خوشگوار رہے زبان کے غلط استعمال سے مسلمانوں کی عزت وابرو مجروح ہوجاتی ہے۔اور تعلقات میں ناگواری پیدا ہوتی ہے اسلئے اسلام نے زبان کے غلط استعمال کی سختی سے ممانعت کی ہے کیونکہ تمام پریشانیاں غلط زبانی کی بدولت پیدا ہوتی ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ''جس کی گفتگو زیادہ ہو اس کی غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:'' کہ انسان کی صحت وسلامتی کا دارمدار زبان پر ہے جب زبان درست رہے تو دوسرے اعضاء بھی درست رہتے ہیں اور جب زبان صحیح نہ رہے تو اس کا کوئی عضو درست نہیں رہتا۔''

عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' کہ تمہاری خوش قسمتی اور بدقسمتی تمہارے جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان۔''

مہلب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' کہ زبان کے پھسلنے سے ڈرو کیونکہ انسان قدم کے پھسلنے سے بڑ کھڑاتا ہے،زبان کے پھسلنے سے ہلاک ہوتا ہے۔''

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں''البلاء موکل بالقول'' (مصیبت وپریشانی باتوں کی وجہ سے آتی ہے)(الصمت وادب اللسان)

آئندہ صفحات میں ان برائیوں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے،جو زبان کے غلط استعمال سے پیدا ہوتی ہیں۔

☆☆☆☆

غیبت

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کے ایسے عیب کو پیٹھ پیچھے ذکر کیا جائے جس کے ذکر کو وہ پسند نہ کرتا ہو' خواہ وہ عیب اس کے بدن میں ہو یا دین اور دنیا میں' اس کے نفس میں ہو یا اخلاق اور مال میں''

کسی کے دین کے بارے میں غیبت کی مثال جیسے یہ کہنا کہ وہ بدکار ہے' فاسق ہے' چور ہے' خائن ہے' وغیرہ کسی کی عادت کے بارے میں غیبت کی مثال یہ ہے کہ وہ بے ادب ہے' بہت بولتا ہے' زیادہ کھاتا ہے' بے وقت سوتا ہے' کسی کے جسم سے متعلق غیبت کی مثال جیسے یہ کہنا کہ وہ اندھا ہے' لنگڑا ہے' بہرا ہے' لمبا ہے یا کالا ہے وغیرہ کسی کے اخلاق کے بارے میں غیبت کی مثال جیسے یہ کہنا کہ وہ بدخلق ہے' متکبر ہے جلد باز ہے' کمزوردل ہے یا جذباتی ہے' وغیرہ کسی کے لباس کے بارے میں غیبت کی مثال جیسے یہ کہنا کہ اس کی آستین بڑی ہے۔ دامن لمبا ہے' قمیص میلا ہے وغیرہ' ان چند مثالوں سے باقی صورتوں سے متعلق کسی کی غیبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے غیبت کے کئی اسباب بیان فرمائے ہیں۔

۱.......... غیبت کرنے والے کے دل میں اپنے ہدف کے بارے میں جو غیظ و غضب ہوتا ہے' برائیوں کے ذکر کرنے سے اسے سکون ملتا ہے۔

۲.......... غیبت کرنے والا دوسروں کے بارے میں بدگمان ہوتا ہے' یہی بدگمانی اسے غیبت میں مبتلا کر دیتی ہے۔

۳.......... اسے اپنی تعریف اور دوسروں کی تنقیص میں مزہ آتا ہے۔

۴.......... لوگوں کی زبان سے جب کسی کی تعریف سنتا ہے' تو حسد میں مبتلا ہو کر اسکے عیوب بیان

کرنے لگتا ہے۔

۵.........استہزا اور تحقیر کی وجہ سے غیبت کا ارتکاب کرتا ہے۔

غیبت کا اصل علاج علم و عمل ہے' اس گناہ میں مبتلا شخص کو چاہیے کہ غیبت کے بارے میں کتاب وسنت میں وارد وعیدوں کا استحضار کرے' اور ان نقصانات کو سامنے رکھے جو غیبت پر مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ

۱...... غیبت کرنا ایسا ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ سورہ حجرات میں ہے :

"اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقیناً بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور ٹوہ میں نہ لگا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے' سو گھن آتا ہے تم کو اس سے۔ [حجرات۔۱۱]

۲...... غیبت زنا سے زیادہ بدتر عمل ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "غیبت سے بچو کیونکہ غیبت زنا سے بھی زیادہ بری ہے۔ آدمی زنا کا مرتکب ہو اور توبہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن غیبت والے کی بخشش نہیں ہوتی ہے' جب تک وہ آدمی نہ بخشے جس کی غیبت کی گئی ہے۔"

غیبت کے گناہ سے توبہ کی کیا صورت ہے؟ تو جمہور علماء فرماتے ہیں کہ غیبت کر کے حق تلفی کی گئی ہے لہٰذا جب تک جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس سے معافی طلب کر کے حق تلفی کو معاف نہ کرایا گیا ہو۔ اس وقت تک یہ گناہ معاف نہیں ہوگا کیونکہ حق العبد صرف توبہ اور استغفار سے معاف نہیں ہوتا جب تک ادا نہ کیا جائے یا معاف نہ کرایا جائے۔ [مرقات المفاتیح۔۹/۱۹۷]

۳...... جو دوسروں کی غیبت کر کے انہیں ذلیل اور رسوا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسی شخص کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وہ لوگو! جو زبان سے اسلام لائے اور دل سے

ایمان نہیں لائے ہو۔ مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور نہ ان کے خفیہ معاملات ٹٹولو جو اپنے بھائی کے خفیہ معاملات کے پیچھے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے خفیہ معاملات کا تعاقب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے پوشیدہ معاملات کا تعاقب کریں تو اسے گھر میں ہوتے ہوئے رسوا کرتے ہیں"

۴..... غیبت کرنے والوں کو عذاب قبر دیا جائے گا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں کے پاس ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا ہے' اس میں سے ایک کو پیشاب میں احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے اور دوسرے کو غیبت کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے۔"

۵..... غیبت کرنے والے لوگ اپنے چہرے اپنے ناخنوں سے نوچ رہے ہوں گے' حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"معراج کی رات میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جو اپنے ناخنوں سے اپنے چہرے نوچ رہے تھے' میں نے پوچھا اے جبریل یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں' جو دوسروں کی غیبت کرتے تھے' اور ان کی عزت اچھالتے تھے۔"

غیبت کی جائز صورتیں :

غیبت حرام ہے جیسا کہ مندرجہ بالا نصوص سے ثابت ہوا' لیکن بعض صورتوں میں سے کسی مصلحت کی تحت حلال ہو جاتی ہے' شریعت نے ان صورتوں کی تعداد چھ بتائی ہیں' جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ظلم کا بیان : اگر کوئی شخص مظلوم ہے تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ حاکم و قاضی کے سامنے جس سے انصاف کی توقع ہے' ظالم کا ظلم بیان کرے۔

۲۔ برائی کے روک تھام کے لئے مدد حاصل کرنا : اگر کسی برائی کو روکنے کے لئے کسی کی مدد کی ضرورت ہو تو جس سے مدد کی امید ہو اس سے برائی کرنے والے کی برائی ذکر کرنا جائز ہے۔

۳۔فتویٰ حاصل کرنا: فتویٰ حاصل کرنے کیلئے مفتی سے یوں کہنا کہ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔یہ جائز ہے مگر اس میں بھی احتیاط اسی میں ہے کہ کسی کا تعین کئے بغیر کام ہو سکے تو بہتر ہے۔مثلاً یوں کہیے کہ اگر کوئی خاوند بیوی پر ظلم کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔اگر کسی نے نام لیا تو بھی جائز ہے کیونکہ ہندہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس تذکرہ سے منع نہیں فرمایا۔

۴۔لوگوں کو شر وفساد سے بچانا: مسلمانوں کو شر سے خبردار کرنا، کے لئے غیبت جائز ہے' اس کی کئی صورتیں ہیں' حدیث کے راوی کی کمزوریوں پر مطلع کرنا' گواہی دینے والے کے عیب پر مطلع کرنا' کسی نے کسی جگہ رشتہ سے متعلق مشورہ مانگ لیا تو اسے ان لوگوں کے منفی پہلوؤں کے بارے بتانا وغیرہ لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں حسد یا کوئی اور مقصد کارفرما نہ ہو' یا کسی کی کوئی کمزوری اس کے سرپرست کو بتانا کہ وہ اس کا ازالہ کرے غیبت میں شامل نہیں ہے۔

۵۔علانیہ گناہ کار کا تذکرہ: اگر کوئی آدمی علانیہ گناہ یا بدعت کرتا ہے تو جو گناہ وہ علانیہ کرتا ہے' اس کا تذکرہ جائز ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کیا تم لوگوں کے سامنے بدکار کے تذکرے سے ڈرتے ہو؟ اس کی جن باتوں سے لوگ ڈرتے ہیں' وہ اسے بتاؤ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین آدمیوں کی برائی غیبت نہیں ہوتی ہے۔ظالم حکمران' بدعتی اور اعلانیہ گناہ کرنے والا۔

۶۔مشہور لقب: اگر کسی کا معروف لقب اس کی کسی کمزوری وعیب کے اظہار پر مبنی ہو اور کسی جگہ اس معروف لقب کے بغیر اس کا تعارف نہ ہو رہا ہو تو اس کا ذکر جائز ہے' جیسے اعمش (بھینگا) اعرج لنگڑا' اعمیٰ (نابینا) وغیرہ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک صحابی کو ذوالیدین (دو ہاتھوں والے) کے لقب سے پکارا۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حدیث امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کو تمام کتابوں نے اعمش کے نام سے ذکر کیا ہے کیونکہ یہ ان کا مشہور نام ہے۔

☆☆☆

الزام تراشی

الزام تراشی اور بہتان یہ ہے کہ جان بوجھ کر کسی بے گناہ کی طرف کوئی نا کردہ گناہ یا برائی منسوب کی جائے۔ اور اس کو مجرم ٹھہرایا جائے۔ غیبت اور بہتان میں فرق کی وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "غیبت کس کو کہتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا اپنے بھائی کی اس چیز کا ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرے' کہا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو' جس کو میں بیان کرتا ہوں تو فرمایا اگر وہ عیب اس میں موجود ہے' تو تم نے اس کی غیبت کی' اور نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا" [مسلم، ابوداؤد]

کسی پر تہمت لگانا سنگین گناہ ہے' قرآن نے بہتان کو کھلا گناہ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا [احزاب:۵۸]

"جو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر تہمت لگا کر تکلیف پہنچاتے ہیں۔
انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لادا۔"

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے پر قرآن نے سخت وعید سنائی ہے' سورۃ نور میں ہے:

"جو لوگ پاک دامن' اور برے کاموں سے بے خبر' مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں' ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے' وہ دن جب کہ ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے' تو وہ کیا کرتے رہے ہیں"

قرآن نے سورۃ نساء میں طعمہ نامی منافق کی بہتان تراشی اور سورۃ نور میں ام المومنین

حضرت عائشہؓ پر الزام تراشیوں اور تہمت لگانے کا پردہ چاک کیا اور حضرت عائشہ پر اس جھوٹے الزام کو قرآن نے ''بہتان عظیم'' کے الفاظ سے یاد کیا۔

بہتان اور الزام تراشی پر قرآن وسنت نے سخت وعید سنائی ہے' تہمت لگانے والوں کیلئے قرآن نے ''عذاب عظیم'' کی سزا مقرر کی ہے اور احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت مذمت کی ہے، فرماتے ہیں :

(۱)............''جس نے کسی شخص کے بارے میں ایسی بات کہی جو اس میں نہیں ہے' تا کہ اس میں عیب نکالا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں روکے گا' یہاں تک کہ وہ اپنی بات صحیح ثابت کر کے دکھائے''۔[الطبرانی]

(۲)شِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاؤُنَ بِالنَّمِيمَةِ الْمُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ الْبَاغُونَ لِلْبُرَآءِ الْعَنَتَ [مسند احمد]

''بدترین بندے وہ ہیں جو چغلیاں کھاتے پھرتے ہیں، دوستوں میں جدائی ڈالواتے ہیں اور پاک لوگوں پر تہمت لگاتے ہیں۔''

۳۔مَنْ قَالَ فِي مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيهِ أَسْكَنَهُ اللّٰهُ رِدْغَةَ الْخَبَالِ[سنن ابی داود]

''جس نے کسی مومن کی طرف ایسی برائی کی نسبت کی جو اس میں نہیں، تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخیوں کی پیپ اور خون کی کیچڑ میں رکھے گا۔''

۴۔ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ وَهُوَ بَرِيءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[بخاری]

''جو کوئی اپنے غلام (خادم) پر تہمت لگائے گا اور وہ (غلام) بے گناہ ہو تو قیامت کے دن اس کے پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے۔''

خلاصہ کلام یہ کہ الزام تراشی اور بہتان ایک بری عمل ہے اس سے دوسروں کو دلی تکلیف پہنچتا ہے لہذا اس عمل سے بچنا چاہیے۔

☆☆☆

چغل خوری

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چغل خوری کا مطلب ہے کسی کے بارے میں کی ہوئی بات اس تک پہنچانا جیسے کسی کو کہنا کہ فلاں تمہارے بارے میں یوں کہہ رہا ہے۔ اسلام نے چغل خوری کو حرام ٹھہرایا ہے۔ قرآن نے اس بری خصلت کی مذمت کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ" [القلم ۱۰-۱۱]

ایسے شخص کی بات نہ مانو جو بہت قسمیں کھانے والا اور بے وقعت ہے جو طعنے دیتا ہے چغلیاں کھاتا پھرتا ہے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ" [متفق علیہ] جنت میں چغل خور داخل نہ ہوگا۔ نیز آپ کا ارشاد ہے کہ "اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلخوری کرتے ہیں دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالتے ہیں اور بے قصوروں میں عیب کے خواہاں ہوتے ہیں" [مسند احمد]

اسلام ان لوگوں پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتا ہے جو بری بات سن کر مکر وفساد کی غرض سے دوسروں تک پہنچا دیتے ہیں ایسے لوگ اس بات پر اکتفا نہیں کرتے کہ انہوں نے جو کچھ سنا ہے اسے بیان کر دیں بلکہ نمک مرچ لگا کر پیش کرتے ہیں اور اپنی طرف سے مزید باتیں گڑھ لیتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "احیاء العلوم" میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی انسان سے کوئی کہے کہ فلاں تیرے بارے میں یوں کہتا ہے تو سننے والے پر چھ امور لازم ہیں۔

۱...... اس چغل خور کی تصدیق نہ کرے کیونکہ وہ فاسق ہے اور فاسق کی خبر مردود ہے۔

۲...... اس کے اس فعل سے اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھے کیونکہ چغل خوری عند اللہ مبغوض ہے۔

۳...... اس چغل خور کو اس فعل سے منع کرے کہ چغل خوری بری خصلت ہے ایسا نہ کرو۔

۴...... جس کی بات پہنچائی گئی ہو اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرے۔

۵...... بات سن کر تجسس و شکایت پر تیار نہ ہو جاؤ۔

۶...... جس کام یعنی چغل خوری سے بات پہنچانے والے کو روک رہا ہو خود اس کام کا مرتکب نہ ہو۔

تجسس

تجسس کا مطلب ہے عیوب ٹٹولنا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے عیوب ٹٹولنے کو منافقین کی خصلت قرار دیا ہے' ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے منبر پر چڑھ کر باآواز بلند فرمایا" اے زبان کے مومنو! مسلمانوں کی خفیہ باتوں کے پیچھے نہ پڑو۔ اور نہ ہی ان کی لغزشوں کے پیچھے لگو کیونکہ جو مسلمانوں کے عیب ٹٹولتا ہے' اللہ تعالیٰ اسکی لغزشوں پر گرفت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کی لغزشوں پر گرفت کریں' اسے رسوا کرتے ہیں' خواہ وہ گھر ہی میں ہو"۔ [ترمذی، ابن ماجہ]

جو لوگ مسلمانوں کے عیوب ٹٹولتے ہیں' ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے سامنے ان کی بے عزتی کی جائے۔ ان کو ستایا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ جس کو عزت دے اس کو کوئی بھی رسوا نہیں کر سکتا اور جس کو رسوا کرے اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا ہے۔

لوگوں کی حرمت کے تحفظ کی غرض سے آپؐ نے کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر جھانکنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ "مَنْ طَلَعَ فِیْ بَیْتِ قَوْمٍ بِغَیْرِ اِذْنِہِمْ فَقَدْ حَلَّ لَھُمْ اَنْ یَفْقَؤُوْا عَیْنَہٗ" [متفق علیہ]

"جس نے کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر جھانکا اس گھر والوں کے لئے جائز ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں"

اسی طرح لوگوں کی باتیں ان سے چھپا کر سننا بھی تجسس کے زمرے میں ہے۔ اسلام نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: "مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی حَدِیْثِ قَوْمٍ وَھُمْ کَارِھُوْنَ صُبَّ فِیْ اُذُنَیْہِ الْاٰنُکُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ"

"جس نے لوگوں کی باتیں کان لگا کر سنیں حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں' اس کے کانوں میں قیامت کے دن سیسہ انڈیل دیا جائے گا"

قرآن و سنت نے تجسس کرنے اور پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑنے سے منع ہونے کا حکم دیا ہے' اور اس عمل کو حرام ٹھہرایا ہے کیونکہ اس سے مقصود دوسروں کی عزت پر حملہ کرنا ہوتا ہے۔

سرگوشی

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَ اِثْنَانِ دُوْنَ الْآخِرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ أَجْلِ أَنَّ ذَالِكَ يُحْزِنُه" جب تم تین ہو تو ایک کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کرو کیونکہ یہ عمل اس تیسرے کو پریشان کرے گا' ہاں بہت سارے لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہو تو اجازت ہے' سنن ابی داؤد میں یہ اضافہ ہے' حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ان کے شاگرد ابوصالح نے پوچھا اگر چار ہوں تو پھر سرگوشی کا کیا حکم ہے؟ فرمایا پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

تین ساتھیوں میں سے دو کی سرگوشی تیسرے ساتھی کے لئے پریشانی کا باعث بنتا ہے کیونکہ وہ یہ سوچے گا کہ میرے دو ساتھی کیا کہہ رہے ہیں' کیا مشورہ کر رہے ہیں' اس لئے شریعت نے اس سرگوشی کو ناجائز ٹھہرایا اور اس سے منع ہونے کا حکم دیا۔

قربان اپنے اس آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے ان معمولی معمولی بات کا بھی خیال رکھا ہے اور آج سے چودہ سو سال پہلے انسانی حقوق کے تحفظ کی ایسی واضح اور مکمل لائحہ عمل تیار کیا ہے کہ اگر صدق دل سے ان تعلیمات پر عمل کیا جائے تو دنیا امن کا گہوارہ بنے گی۔

اسلام امن و بھائی چارے، محبت، اخوت، عزت و احترام اور باہمی تعاون کا دین ہے اس لیے اسلام اپنے پیروکاروں کو حکم دیتا ہے کہ ان امور سے بچیں جو دوسروں کی پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے اپنی امت کو سرگوشی سے بھی منع فرمایا ہے۔ کیونکہ جب دو ساتھی آپس میں سرگوشی کرتے ہیں تو تیسرا ساتھی ضرور پریشان ہوگا اور یہ سوچے گا کہ میرے ساتھی کیا مشورہ کر رہے ہیں۔ دوسروں کو تکلیف اور پریشانی سے بچانے کی خاطر اسلام نے سرگوشی کو ممنوع ٹھہرایا ہے۔

بے جا تنقیدیں

آج ہماری یہ عادت بن گئی کہ ہم جس بھی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو اپنی زبان سے تنقیدات کے تیر برسانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور برائی کی نسبت دوسروں کی طرف کر دیتے ہیں' اس قسم کی باتوں سے معاشرے میں تعمیر نہیں بلکہ تخریب ہوتی ہے۔ عموماً ہم برائیوں کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال کر خود فارغ ہو جاتے ہیں کہ ساری غلطی دوسروں کی ہے' ہماری نہیں ہے۔ دوسروں کی معمولی غلطی کو نشانہ بناتے ہیں' اور اپنی بڑی غلطی نظر نہیں آتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تم میں سے ایک کو اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا تو نظر آ جاتا ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

قرآن نے ہمیں یہ درس دیا ہے کہ دوسروں کی طرف باتیں منسوب کرنے کی بجائے اپنی طرف منسوب کریں' سورۃ یٰسین میں حبیب نجار کا واقعہ مذکور ہے اور ساتھ ہی اس کے داعیانہ طریقے کے ان الفاظ میں وضاحت ہوئی۔ ومالی لا اعبد الذی فطرنی (مجھ کو کیا ہوا ہے کہ میں بندگی نہ کروں اس کی جس نے مجھ کو بنایا'')

حبیب نجار نے قوم کو اس لئے مخاطب نہیں کیا تاکہ وہ اشتعال میں نہ آئے حالانکہ اس طرز بیان کا اصل مطلب تو یہی ہے کہ تم کو ایک اللہ کی عبادت کرنے میں کون سا عذر ہے' ہم نے تبلیغ اور اصلاح کا یہی طریقہ چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے دعوت اور اصلاح بے اثر ہو کر رہ گئی ہے۔ آج ہم تقریر و خطاب اور وعظ و نصیحت میں غصے کا اظہار اور مخالفین پر فقرے کسنا بڑا کمال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہی اسلوب بیان معاشرے کے لئے سم قاتل ہے۔ معاشرے میں جو بگاڑ پیدا ہو رہی ہے اس کی ایک وجہ یہی نظر آ رہی ہے' اصلاح معاشرت کے سلسلے میں انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت رہی کہ انہوں نے یہی تنقید برائے تنقید سے کام نہیں لیا ہے۔ البتہ تنقید برائے تعمیر سے گریز بھی نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے ان کی معاشرہ ایک آئیڈیل معاشرہ بن گئی۔

خلاصہ کلام یہ کہ انسان سب سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرے اور اپنے اعمال پر نظر ڈالے اور دوسروں پر تنقید کرنے سے پہلے اپنا جائزہ لے کہ میں کتنے نیک کام کر رہا ہوں اور گناہوں سے کتنا بچ رہا ہوں۔

دوسروں کا مذاق اڑانا

کسی مومن کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں کہ وہ کسی شخص کا مذاق اڑائے اور اس کی تضحیک کرے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى أَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰى أَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ [الحجرات: ۱۱] نہ مرد مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں [حجرات: ۱۱] سورۂ کہف کی آیت "يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً إِلَّا أَحْصٰهَا" کی تفسیر میں رئیس المفسرین عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ صغیرہ سے مراد کسی مومن کا مسکراتے ہوئے مذاق اڑانا اور کبیرہ گناہ سے مراد کسی مومن کا قہقہہ لگا کر مذاق اڑانا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پنڈلی کھل گئی ان کی پنڈلیاں بہت دبلی پتلی تھیں۔ بعض لوگ دیکھ کر ہنس پڑے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَتَضْحَكُوْنَ مِنْ دِقَّةِ سَاقَيْهِ؟ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَهُمَا أَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ مِنْ جَبَلِ أُحُدٍ" (کیا تم ان کی پنڈلیوں کے دبلا ہونے پر ہنستے ہو؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ میزان میں اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوگا۔)

قرآن کا بیان ہے کہ مشرکین مکہ کس طرح مومنین کا مذاق اڑاتے تھے؟ کس انداز میں ان کی تضحیک کرتے تھے؟ اور کس طریقے سے ان کو ملامت کرتے تھے؟ جو لوگ مذاق اڑاتے ہیں ان ہی کا مذاق اڑایا جائے گا۔

غرض یہ کہ کنایۃً اشارتاً یا کلاماً کسی کا مذاق اڑانا اور تمسخر کرنا حرام ہے افسوس کہ ہم روزانہ ایک دوسرے کا مذاق اڑاتے ہیں اور کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہ کی یہ انتہائی گناہ کا عمل ہے لہٰذا اس سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

مبالغہ آرائی اور خوشامد

دنیوی فوائد اور دیگر حاجات وضروریات کے سلسلے میں جب کسی بڑے عہدیدار یا صاحب قدر وجاہ سے ہمارا واسطہ پڑ جائے تو ہم حد سے بڑھ کر اس کی تعریف کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کی مدح سرائی میں خوب مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں یہ ایک عظیم گناہ ہے شریعت نے ممانعت کی ہے، مطرف بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں بنی عامر کے ایک وفد کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بنی عامر والوں نے عرض کیا" آپ ہمارے والد ہیں، سردار ہیں سب سے بڑے محسن ہیں، آپ دشمنوں پر بھی سب سے بڑھ کر مہربانی فرمانے والے ہیں اور سب سے بڑھ کر مہمان نوازی کرنے والے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم اپنے مقصد کی بات کہو ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں اپنی راہ پر لگائے (یعنی حد سے بڑھ کر تعریف نہ کرو")

اسی طرح کسی کے سامنے اس کی تعریف نہیں کرنی چاہیے ان بے جا تعریفوں سے ممدوح میں دو برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں ایک غرور اور دوسری اپنی نسبت غلط فہمی اس لئے پیغمبر علیہ السلام نے سامنے تعریف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت مقداد بن اسودؓ کو آپ نے حکم دیا کہ" جب (ممدوح کے سامنے) تعریف کرنے والوں کو دیکھیں تو ان کے چہروں پر مٹی پھینکیں، نیز آپ کا فرمان ہے کہ کسی کو خواہ مخواہ کسی بھائی کی تعریف کرنی ہو تو کہے کہ فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ کے سامنے کسی کی پاکیزگی کا دعویٰ نہیں کرتا اللہ اسے کافی ہو یہ بھی تب جب وہ فلاں کو واقعی ایسا سمجھتا ہو"

ان تعلیمات کی رو سے یہ بات واضح ہوئی کہ کسی کی خوشامد یا تعریف میں مبالغہ آرائی گناہ کا عمل ہے، جو زبان سے سرزد ہوتا ہے اس لیے اس معاملے میں زبان کے استعمال میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ رہا کسی کا دل بڑھانے کی خاطر اسے شاباش دینا یا اعتدال کے ساتھ صحیح تعریف کر دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی قابل تعریف لوگوں کی تعریف فرمائی ہے۔

دورخی

آج ہمارے گردوپیش ماحول میں یہی دورخائی بام عروج کو پہنچا ہے شریر قسم کے لوگ ایک کی بات دوسرے تک پہنچانے میں خوب کردار ادا کرتے ہیں، جب ایک شخص موجود ہو تو اسکی مدح کی جاتی ہے لیکن جب وہ اسکے مدمقابل دوسرے شخص سے ملتا ہے تو یہی پہلے شخص کی برائی بیان کرنے سے سیر نہیں ہوتے، قرآن نے یہی چیز منافقت کی علامت قرار دی ہے ارشاد ہے: وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ [البقرة: ١٤]

(اور جب ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب تنہائی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں) ہم مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ دورخائی میں اہم رول زبان ادا کرتی ہے اس لئے احادیث میں زبان کے غلط استعمال پر شدید وعید آئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ابوداود) "جو انسان دنیا میں دو زبانوں والا (دورخی کرنے والا) ہوگا قیامت کے دن اسکی آگ کی زبان ہوگی۔" کیونکہ دنیا میں اس کے منہ کی آگ دو آدمیوں کے تعلقات کو جلاتی تھیں۔

غریب ہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا کہ جب ہم امراء کے پاس جاتے ہیں تو ہم ان کی صفائی بیان کرتے ہیں حالانکہ وہ اسکے قابل نہیں ہوتے اور جب ہم واپس ہوتے ہیں تو بدعا کرتے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کو نفاق میں شمار کرتے تھے۔ [صحیح بخاری باب ماقیل فی ذی الوجہین]

ان تعلیمات سے یہ بات واضح ہوئی کہ دورخی ایک بری عمل ہے، اس عمل سے بچنے کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہئیے، تاکہ دنیا و آخرت میں سرخرو اور کامیاب ہو جائیں۔

افواہ طرازی

بے بنیاد افواہ انگیزیوں اور غلط اطلاعات کے سدِ باب کے لیے اسلام نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ ہم ہر سنی سنائی بات کی نقالی نہ کریں۔ جب تک اس کی پوری تحقیق نہ ہوئی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ [حجرات: ٤] ''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی اہم خبر لائے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو۔ مبادا کسی قوم پر نادانی سے جا پڑو پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔''

ان نے ان مذکورہ الفاظ میں ہمیں تحقیق کئے بغیر کسی بات پر اعتماد کرنے اور اس کے نتیجے میں رونما ہونے والی اقدامات سے منع کیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس برے عمل کی وجہ معاشرے میں فساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ'' (صحیح مسلم) ''کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرے۔'' ایک اور جگہ ارشاد ہے: ''کَبُرَتْ خِیَانَۃً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاکَ حَدِیْثًا ھُوَ لَکَ مُصَدِّقٌ وَّاَنْتَ لَہٗ بِہٖ کَاذِبٌ'' (سنن ابوداود) ''یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات جھوٹی بیان کرے، حالانکہ وہ آپ کو اس بیان میں سچا سمجھتا ہوں۔''

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہر سنی سنائی بات نقل نہ کریں جب تک اس کی پوری تحقیق نہیں ہوئی ہو مختلف قسم کی ایذا رساں افواہیں، غلط بیانات اور زہریلے پروپیگنڈے ہمارے معاشرے میں جو پھیل رہے ہیں اس کی بنیادی وجہ تحقیق کے بغیر بات آگے نقل کرنا ہے۔ روز یہی معمول ہے کہ کسی نے اگر دکان، حجرے، بازار یا گاڑی میں کوئی بات سنی تو فوراً اس بات کی اشاعت کرنا شروع کردی۔ کیا ہم نے کبھی سوچا ہے کہ جو کچھ ہم بول رہے ہیں یہ واقعی درست ہے یا ہم غلط بات کی اشاعت کرکے جھوٹ جیسے عظیم گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں اس سلسلے میں میڈیا کی بھی ایک اہم ذمہ داری بنتی ہے کہ جو رپورٹ شائع ہوتی ہے اس کی صحیح تحقیق ہونی چاہئے اور تصدیق شدہ رپورٹ کو منظر عام پر لانا چاہیے۔

راز پاشی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "الحدیث بینکم امانة" (تمہاری آپس کی بات امانت ہے) ایک اور جگہ ارشاد ہے "إذا حدث الرجل الحدیث ثم التفت فھی امانة (ترمذی) "جب آدمی کوئی بات کہے اور چلا جائے تو وہ امانت ہے۔" ایک مجلس میں اگر کسی قسم کی بات ہوئی تو اس بات کو امانت کے طور پر رکھی جائے، اگر اس بات کو کسی کے سامنے ذکر کیا جائے یہ راز پاشی ہے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے بھائی کے راز کو کسی سے ذکر کرنا بھی خیانت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ سے کوئی راز کہا، انہوں نے اس راز کو باپ سے کہنے کا ارادہ کیا، باپ نے منع کیا، پھر جب وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تیرے باپ نے تجھے خطا کی غلامی سے آزاد کر دیا۔

جن پوشیدہ باتوں کی حفاظت کرنا ضروری ہے ان میں زوجین کے درمیان خصوصی تعلق رکھنے والی باتیں بھی شامل ہیں، قرآن نے راز دار بیوی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ [النساء: ٣٤] (یعنی اللہ کی حفاظت کے تحت رازوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہے)

جو شوہر بیوی کی رازوں کو پاش کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شوہر کو بدترین شخص قرار دیا ہے، ارشاد نبوی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین شخص وہ ہوگا جو عورت سے اپنی حاجت پوری کرتا ہے اور بعد میں اس کے راز افشا کرتا ہے۔ [ابوداؤد]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راز کا فاش کرنا ایک خیانت ہے، اور اگر اس میں کسی کا ضرر ہو تو پھر حرام ہے، اگر ضرر نہ ہو تو پھر بھی کمینہ پن ہے۔ لہذا ہر صورت میں راز پاشی سے بچنا چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ راز پاشی سے دوسروں کی ایذا رسانی ہوتی ہے۔ دوستی برباد ہو جاتی ہے اعتماد اٹھ جاتا ہے اس لئے شریعت نے راز پاشی ممنوع ٹھہرایا ہے، اور اس سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

برے ناموں سے پکارنا

برے القابات سے پکارنا ایک قسم کا تمسخر ہے جس سے مقصود کسی کی تذلیل و رسوائی ہوتی ہے، اچھے القابات سے ملقب کرنا جس طرح کسی فرد یا قوم کی عزت افزائی ہے اسی طرح برے القابات کسی پر چسپاں کرنا اس کی انتہائی توہین و تذلیل ہے۔ زبان کا بے جا اور غلط استعمال یہ بھی ہے کہ کسی کا برا نام رکھا جائے یا برے لقب سے موسوم کیا جائے، جو لوگ کسی کو برے نام سے پکارتے ہیں وہ ان کی حق تلفی کرتے ہیں، قرآن نے اسے سنگین گناہ قرار دیا اور اس سے بچنے کی تاکید کی ہے ارشاد ربانی ہے: "وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ" [الحجرات: ۱۱] (یعنی ایک دوسرے کو برے نام نہ رکھو ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے) بعد الایمان کے اضافے سے اسی حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اگر تم ایمان سے آشنا نہ ہوتے اور تم سے اس قسم کے برے نام سے موسوم کرنے کی غلطی صادر ہوتی تو یہ تعجب انگیز نہ ہوتی لیکن ایمان کے بعد دوسروں کو برے القاب سے ملقب کرنا قابل تعجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برے القاب سے ملقب کرنے کی شدید وعید بیان کی ہے فرمایا: کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو فاسق و کافر نہ کہے کیونکہ اگر وہ فاسق و کافر نہ ہوگا تو یہ تہمت خود تہمت لگانے والے پر لوٹ آئے گی۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ آج لوگ طبع تفریح کے لیے جو تماشہ بناتے ہیں وہ یہی ہے کہ لوگوں کو برے القابات اور ناموں سے تنگ کیا جائے حالانکہ یہ ایک ناشائستہ اور غیر مہذب طرز عمل ہے لوگوں کو ہجو یہ القابات سے پکارنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ اور اس میں قوم کی کیا خیر ہے؟ اس کے بجائے معاشرے میں صحیح ناموں سے موسوم کرنے کو رواج دینے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارے معاشرے میں اس مذموم عمل کا خاتمہ ہو جائے۔ اور اس کی وجہ سے پشت ہا پشت جو تلخیاں پیدا ہوتی ہیں اس کو جڑ سے اکھاڑا جائے عہد جاہلیت میں نام بگاڑنے کا یہی ذوق بدرجہ کمال ترقی پر تھا لیکن عہد اسلام میں قرآن نے ہمیں ان فتنوں اور ان کے مفاسد سے آگاہ کیا اور بچنے کی تاکید کی۔

بسیار گوئی

منہ سے وہی بات کرنی چاہیے جس کی ضرورت ہو بے فائدہ اور فضول کلام کی طوالت صرف وقت کا ضیاع ہے انسان جو کچھ منہ سے نکالتا ہے چاہے اچھی بات ہو یا بری کراما کاتبین وہ لکھتے ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم اعمال کا کاغذ پھیلا ہوا ہے اور دو فرشتے اس پر تیرے عمل لکھنے کیلئے مقرر کیے گئے ہیں، اب تیری مرضی کہ تھوڑا بولتے ہیں یا زیادہ، صحابہ کرام کہتے ہیں کہ بعض حضرات ہم سے ایسے سوالات پوچھتے ہیں جن کا جواب دینا ہمیں ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے پیاسے کو ٹھنڈا پانی اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن ہم اس ڈر سے جواب نہیں دیتے ہیں کہ یہ کہیں کلام زائد نہ ہو۔

حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اک آدمی نے بہت زیادہ باتیں کیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تیری زبان کے آگے کتنے دروازے ہیں اس نے عرض کیا، میرے دانت بھی ہیں اور ہونٹ بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا ان میں سے کسی نے تیری گفتگو کو نہیں روکا۔''

اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا "الا هلك المتنطعون ثلاث مرات" (سنو کہ کلام میں حد سے تجاوز کرنے والے ہلاک ہوگئے۔)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی ایک خصلت یہ بیان کی ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے۔ ارشاد ہے "مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ" (آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے مقصد باتوں کو ترک کر دے۔

ان عبارات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تطویل کلام سے بچنا چاہیے مختصر اور جامع الفاظ میں اپنا مقصود پیش کرنا چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختصر کلام میں بہت کچھ سمو دیتے تھے اور طویل کلامی سے گریز کرتے تھے۔ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہم صبح سے لیکر شام تک جو باتیں کرتے ہیں یہ ضرورت اور فائدے کی باتیں ہیں یا بے فائدہ اور غیر ضروری؟ اپنے نامہ اعمال میں بہت کچھ رطب ویابس کا اضافہ کر دیتے ہیں۔

مسجّع و مقفّٰی کلام

آفات لسانی میں سے ایک یہ ہے کہ بات کو خوب بنا بنا کر پیش کیا جائے حدیث شریف میں ہے کہ "اَنَا وَاَتْقِيَاءُ اُمَّتِيْ بُرَاءٌ مِنَ التَّكَلُّفِ" "میں اور میری امت کے پرہیز گار لوگ تکلف سے بیزار ہوں گے" ایک روایت میں ہے کہ "میرے نزدیک برے لوگ وہ ہیں جو کلام میں بناوٹ کرتے ہیں" [ترمذی]

عمر بن سعد رضی اللہ عنہ ای روز اپنے باپ کی خدمت میں کچھ حاجت لے کر آئے اور اس کے لئے ای تمہید بیان کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جتنی لمبی تمہید حاجت کے لئے آج تو نے بیان کی اس سے پہلے کبھی بیان نہیں کی تھی، میں نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ کلام کو ایسا چبائیں گے، جیسے گائے گھاس چباتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے گو بیٹے کو تمہید حاجت سے برات کا اعلان کیا، آپ نے اس عمل کو تصنع وتکلف اور بناوٹ جانا، جو آفات لسانی میں سے ایک بری آفت ہے۔

ان روایات سے یہ وضاحت سامنے آئی کہ بول چال میں تکلف اور تصنع نہیں کرنا چاہیے بات کرنے سے مقصود دوسروں کو سمجھانا ہوتا ہے اس میں وزن اور قافیہ کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی ہے اس لئے شریعت نے اس کو ناجائز اور مذموم ٹھہرایا ہے۔ البتہ اس میں وہ قافیہ بندی داخل نہیں جو خطبہ یا وعظ میں مقررین حضرات کرتے ہیں کیونکہ اس کا مقصود وعظ ونصیحت میں شوق دلانا ہے جس میں الفاظ کی خوبصورتی اور مسجّع و مقفّٰی کلام کی بڑی تاثیر ہوتی ہے۔

☆☆☆

بدگوئی

بدگوئی ایک بری خصلت ہے پیغمبر علیہ السلام نے مومن کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ بدگوئی کرنے والا نہیں ہوگا ایک روایت میں حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اگر انسان میں بے حیائی اور بدگوئی والی صفت پائی جاتی ہے تو وہ بہت برا آدمی ہے، بدگوئی برے لوگوں کی علامت ہے اور ایک بری عادت ہے اس لئے اس سے بچنا چاہیے۔ گالی گلوچ اور بدزبانی ایک بری چیز ہے اس لئے اسلام نے اس کی ممانعت کا حکم دیا ہے اگر ایک شخص کسی کو گالی دے تو اس کے ردعمل میں وہ ضرور گالی دے گا جس کی وجہ سے دونوں کی عزت برباد ہوگی قرآن نے بتوں کو گالیاں دینے کی ممانعت اس وجہ سے کی ہے کہ اس کے ردعمل میں کہیں وہ لوگ آپ کے خدا کو گالی نہ دیں اس کی مزید وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد سے ہوتی ہے، فرمایا کہ گناہ کبیرہ میں سے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے، لوگوں کو تعجب ہوا کہ بندہ کس طرح اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے فرمایا کہ آدمی کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اسی طرح وہ کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے جواب میں وہ اسکی ماں کو گالی دیتا ہے تو اس شخص کے گناہ کیا ٹھکانہ جو اپنے ماں باپ کو وہ بدو گالی دیتا ہے۔ [بخاری، کتاب الادب، باب لایسب الرجل والدہ]

گالی گلوچ معاشرے میں کئی خرابیوں کا پیش خیمہ ہے مثلاً بے حیائی کے الفاظ کے استعمال سے سوسائٹی میں مکروہ اور بے حیا باتیں عام ہو کر روزمرہ معمول بن جاتی ہیں اس سے دوسروں کو اذیت پہنچتی ہے گالی معاشرے میں لڑائی کا باعث بنتی ہے، اور مسلمانوں کیساتھ لڑائی گناہ کا عمل ہے، اسلام میں گالی گلوچ کے صرف یہی معنی نہیں کہ کسی کو برے الفاظ سنائے جائیں بلکہ ہر وہ بات جس سے کسی کی توہین اور دل آزاری ہو گالی ہے جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔

جھوٹ

قصداً وعملاً یا سہواً وخطاءً کسی واقعہ کے خلاف خبر دینا جھوٹ کہلاتا ہے' چاہے وہ زبان سے ہو یا دل سے قولی ہو یا عملی اگر کوئی بات زبان سے کہی جائے اور وہ دل میں نہیں ہو' تو یہ کذب قولی یعنی زبان کا جھوٹ ہے۔ کذب عملی یہ ہے کہ جو کچھ کہا جائے وہ نہ کیا جائے مطلب یہ ہے کہ قول وفعل کی عدم یکسانیت جھوٹ ہے اور یہی عمل نفاق کی علامت ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قول وعمل اور ظاہر وباطن کا اختلاف نفاق کا ایک حصہ ہے اور نفاق کی اصل وبنیاد جھوٹ ہے۔

جھوٹ کی برائی اور نحوست کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن نے لعنت جیسا سخت لفظ جھوٹے کے لئے استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر) احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولنے پر جو وعیدات سنائی ہیں' ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

> "چار خصلتیں جس میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور اگر کسی میں ایک ہو تو اس میں نفاق کی ایک علامت ہوتی ہے جب تک اسے چھوڑے نہیں۔ وہ چار خصلتیں یہ ہیں' جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے جب بات کرے تو جھوٹ بولے' جب جھگڑا کرے تو گالیاں دیں اور جب معاہدہ کرے تو دھوکہ کرے۔"

۲: جھوٹا چونکہ قابل اعتماد نہیں ہوتا اس لئے اسلامی عدالت میں اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی' رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹے کی شہادت رد کی ایک روایت میں ہے۔" رَدَّ شَهَادَةَ رَجُلٍ فِيْ كَذِبٍ"
یعنی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹے کی شہادت رد فرمادی تھی۔)

۳ : جھوٹے کا ایمان نہیں ہوتا حضرت ابودرداؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا مومن جھوٹ بولتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس آدمی کا اللہ پر اور آخرت کے دن پر کوئی ایمان نہیں ہے جو بات کرے تو جھوٹ بولے۔ نیز آپ کا ارشاد ہے کہ مومن میں ہر خصلت ہوسکتی ہے سوائے جھوٹ اور خیانت۔

۴ : جھوٹے سے فرشتے بھاگ جاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ الْمَلَكُ عَنْهُ مِيْلًا مِنْ نَتْنِ مَاجَاءَ بِهٖ"[مشکوۃ]

(آدمی جب جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس سے میل بھر دور بھاگ جاتا ہے کیونکہ اس کے اس فعل سے ایک بدبو پیدا ہوتی ہے (جو اس سے برداشت نہیں ہوتی۔)

۵ : جھوٹ بولنا مومن کی خصلت نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ"[مسند احمد]

جھوٹ کے بابت میں اس قدر سخت احکامات ہیں کہ بسا اوقات مائیں جو بچوں کو بہلانے کی خاطر یا اسے شرارت سے روکنے کے لئے جھوٹ بول دیتی ہیں اور اسے شمار بھی نہیں کرتی ہیں جبکہ یہ چیزیں بھی جھوٹ میں شمار ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اگر ماں بچے کو کچھ دینے کا وعدہ کر کے پھر اسے کچھ نہ دے تو اس کے خلاف ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا ہے۔[ابوداود]

قرآن وسنت کی نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جھوٹ ایک مبغوض اور ناپسندیدہ عمل ہے اس لئے قرآن نے اس سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔)

جھوٹی گواہی

لسانی شرارتوں میں سے ایک جھوٹی گواہی ہے۔ جھوٹی گواہی ان امور میں سے ایک ہے جن کو اسلام نے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے اگر ایک طرف اسلامی قانون میں عدل وانصاف اور سچی گواہی پر زور دیا گیا ہے۔ مثلاً: یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ (سورۃ النساء: ۱۳۵) تو دوسری طرف قرآن مجید نے ان مومنوں کی تعریف بھی کی ہے جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے' وَالَّذِیْنَ لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ (سورۃ: الحج ۳۰) اس کے ساتھ ساتھ حکم بھی دیا ہے کہ مومن لوگ اس طرح بن جائیں۔ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (سورۃ الفرقان: ۲)

مختصر یہ کہ جھوٹی شہادت سے احتراز مومن کی شان اور اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے اور جھوٹی شہادت میں ملوث ہونا یا اس سے اجتناب نہ کرنا گناہ کبیرہ اور عظیم جرم ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے آیت "لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ" میں یَشْھَدُوْنَ بمعنی گواہی سے لیا ہے اور معنی آیت کے یہ قرار دیئے ہیں کہ یہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے' کیونکہ جھوٹی گواہی کا گناہِ کبیرہ اور وبال عظیم ہونا قرآن وسنت میں معروف ومشہور ہے۔ (معارف القرآن)

اسی اہمیت کی بناء پر امام بخاری نے اپنی مشہور کتاب البخاری ج اول میں ایک باب "باب ماقیل فی شھادۃ الزور" کے عنوان سے منعقد کیا ہے جس میں جھوٹی گواہی/شہادت سے متعلق حدیث ذیل کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الکبائر فقال الاشراک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس وشھادۃ الزور (بخاری ج ۱' ص ۳۶۲)

ترجمہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا (کہ کون کون سے ہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ اللہ کیساتھ شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی' کسی کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی۔

حدیث بالا سے بھی پتہ چلا کہ جھوٹی شہادت اسلام کی نظر میں کبیرہ گناہوں کی فہرست میں شامل ہے۔

جھوٹا وعدہ

غداری یا دغا بازی کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو زبان سے اطمینان دلایا جائے اور پھر موقع پا کر اس کے خلاف کیا جائے۔ اسلام نے ایسا کرنے کی سخت ممانعت کی ہے۔ کیونکہ یہ بھی درحقیقت جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ کسی قوم اور اس کے افراد کی عزت و توقیر کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اپنی زبان سے ادا کردہ الفاظ کے کتنے سچے اور وعدے کے کتنے پکے ہیں۔ کیونکہ جب کوئی فرد عہد و پیمان کر لیتا ہے تو اپنے اوپر ایک ذمہ داری عائد کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قیامت کے روز اللہ کے ہاں اس کی باز پرس ہوگی۔

إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُلًا [سورہ بنی اسرائیل] "بے شک وعدہ کی باز پرس ہوگی"۔

اب یہ بات ظاہر ہے کہ جس چیز کی باز پرس اللہ خود فرمائے۔ اس کی اہمیت کتنی بڑی ہوگی۔ قرآن مجید میں منافقوں کے بارے میں ہے کہ ان کی بدعہدی کے نتیجے میں ان کے دلوں میں نفاق پیدا ہو گیا۔ کفار میں سے جو بار بار امن اور صلح کے وعدے کر کے بدل جاتے تھے۔ ان کا تذکرہ قرآن میں ان الفاظ میں موجود ہے۔

ارشاد خداوندی ہے: "جن لوگوں سے تم نے (صلح کا) عہد کیا ہے پھر وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور (اللہ) سے نہیں ڈرتے۔ اگر تم ان کو لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پس پشت ہوں وہ ان کو دیکھ کر بھاگ جائیں عجب نہیں کہ ان کو (اس سے) عبرت ہو اور اگر تم کو کسی قوم سے دغا بازی کا خوف ہو تو (ان کا عہد) انہی کی طرف پھینک دو (اور) برابر (کا جواب دو) کچھ شک نہیں کہ اللہ دغا بازوں کو دوست نہیں رکھتا۔ [سورۃ انفال]

بظاہر اس آیت میں ان کافروں کا تذکرہ ہے جو ہر بار عہد کر کے بدعہدی کرتے ہیں۔ یا دغابازی اور فراڈ سے کام لیتے ہیں۔ مگر درحقیقت دو باتیں اس میں عام ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ بدعہدی سراسر تقویٰ کے خلاف ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ غداری اور دغابازی اللہ کی محبت سے محروم کر دیتی ہے۔

ایک عمل بظاہر کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو اگر اس کی بنیاد دغابازی اور فراڈ پر ہو تو اسلام اس کو صرف ناپسند ہی نہیں کرتا بلکہ بہت غضب اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے' جس کی بہت ساری مثالیں قرآن و حدیث میں بیان کی گئی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "قیامت کے دن ہر غدار کا ایک جھنڈا ہوگا جس سے اس کی بدعہدی اور غداری کی تشہیر ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے افسروں کو جو نصیحتیں فرماتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی ہوتی تھی کہ بدعہدی نہ کرنا۔ یعنی دشمنوں سے معاہدہ کر کے پھر غداری نہ کی جائے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی کو جان کا امن دیا اور پھر مروا ڈالا تو میں اس سے الگ ہوں۔ اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام میں اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت بار بار یہ فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ (سورۃ رعد) وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ (سورہ بقرہ) فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ (سورہ حج) وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ [سورۃ توبہ]

درحقیقت اسلام بدعہدی' غداری' دغابازی اور فراڈ کو بہت بری نگاہ سے دیکھتا ہے اور جبکہ دوسری طرف اس آدمی کو بہت پسند کرتا ہے جو راست باز اور وعدے کا پابند ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جھوٹ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

جھوٹی قسم

زبان کی آفتوں میں سے ایک عظیم آفت جھوٹی قسم کھانا ہے۔ قسم کھانا درحقیقت شہادت یعنی گواہی ہے۔ جو شخص کسی بات پر خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے۔ وہ دراصل اپنی بات یا عمل کی سچائی پر خدا کو گواہ بناتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس معاملہ کی اہمیت کتنی بڑی ہے لیکن اس عظمت اور اہمیت کے باوجود بعض لوگ بات بات پر جھوٹی قسم کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ گویا وہ لوگوں کو فریب بھی دے رہے ہیں۔ اور اس فریب اور جھوٹ پر نعوذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہیں' اس سے با آسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا بڑا جرم ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ بلا ضرورت نفس قسم کھانا ہی ناپسندیدہ اور برا فعل ہے۔ پھر جھوٹی قسم کھانا تو عظیم گناہ ہے۔ اور سخت ممنوع ہے۔ ایسی قسم کھانا جھوٹ کی بدترین شکل ہے۔ کیونکہ اس میں جھوٹ بولنے والا اپنے ساتھ خدا کو بھی شریک کرنا چاہتا ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ کسی آئندہ بات یا معاملہ کے بارے میں کوئی فرد قسم کھالے تو اس کو پورا کرنا لازمی ہو جاتا ہے پورا نہ کرنے کی صورت میں گنہگار ہو جاتا ہے۔ اور اس پر کفارہ لازم ہے۔

> "اللہ تعالیٰ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا۔ لیکن پختہ قسموں پر (جن کے خلاف کرو گے) مواخذہ کریگا۔ تو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے' جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو' یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا' اور جن کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو۔ (اور اسے توڑ دو) اور (تم کو) چاہیے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔" [سورۃ المائدہ]

آیت مذکورہ میں قسم کھانے کی چند صورتوں کا بیان ہے۔ کہ اگر کسی گزشتہ واقعہ پر جان بوجھ کر

جھوٹی قسم کھائے تو اس کو یمین غموس کہتے ہیں۔ یہ جھوٹی قسم سخت گناہ کبیرہ اور موجب وبال دنیا و آخرت ہے۔ مگر اس پر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ صرف توبہ و استغفار لازم ہے۔ اصطلاح فقہاء میں اس کو یمین غموس اس لئے کہتے ہیں کہ غموس کا معنی ہے ڈبو دینے والا۔ اس لئے یہ قسم انسان کو گناہ اور وبال میں غرق کر دینے والی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی گزشتہ واقعہ پر اپنے آپ کو سچا سمجھ کر قسم کھائے۔ اور واقعہ میں وہ غلط ہو، تو اس کو یمین لغو کہتے ہیں' اسی طرح بلا قصد و ارادہ زبان سے لفظ قسم نکل جائے اسکی یمین لغو کہتے ہیں' اس پر نہ کفارہ ہے نہ گناہ' تیسری صورت یہ ہے کہ آئندہ وقت میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے۔ اس کو یمین منعقدہ کہا جاتا ہے۔ اس قسم کو توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوتا ہے۔ [خلاصہ مطالب تفسیر معارف القرآن]

جھوٹ کی قسمیں کھانے والے جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں۔ اس لئے یہ نفاق کی بڑی نشانی ہے۔ اہل نفاق کی حالت قرآن نے یہ بتائی :

"اور جان بوجھ کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں" [سورہ المجادلہ]

اسی طرح صحیح مسلم میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو کسی مسلمان کے حق کو جھوٹی قسم کھا کر لینا چاہے گا۔ تو خدا اس پر دوزخ کی آگ واجب کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اگرچہ معمولی سی چیز ہے؟ فرمایا درخت کی ڈالی ہی کیوں نہ ہو۔"

ایک اور ارشاد ہے کہ :

"جس نے کسی مسلمان کے مال پر ناحق قسم کی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملے گا اس حال میں کہ وہ اس پر غصہ ہوگا۔"

جھوٹی قسم کھا کر کسی کے مال پر دعویٰ کرنا خدا کے نام پر جھوٹ بولنا ہے۔ اور ایک کی بجائے دو گناہوں کا ارتکاب کرنا ہے یعنی غصب اور جھوٹ اور وہ بھی اللہ کے نام پر۔ ارشاد ربانی ہے

"جو لوگ اللہ کے اقراروں اور اپنی قسموں (کو بیچ ڈالتے ہیں اور ان) کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں' ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ ان سے اللہ نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔" [سورہ آل عمران]

سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں کہ:

"ابن جریر کی بعض روایتوں کے مطابق یہ آیت ان تاجروں کے بارے میں ہے جو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنا مال بیچتے ہیں۔ ان کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن کی طرف خدا قیامت کے دن نہ دیکھے گا۔ نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

ایک صحابی نے عرض کیا کہ کون یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال بیچتا ہے' بعض تجارت پیشہ حضرات مال کی اصل حقیقت اور قیمت بتانے میں جھوٹ کا ارتکاب کرتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خاص طور پر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ "خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو"

قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جھوٹی قسمیں کھانا مسلمان نہیں بلکہ منافق کی عادت اور نشانی ہے۔ یہ غلط زبانی کی ایک سنگین قسم ہے۔ اس لئے جھوٹی قسمیں کھانے سے اجتناب لازمی ہے۔

☆☆☆

ناجائز سفارش

جائز و ناجائز' حلال و حرام اور ثواب و عذاب کا امتیاز اٹھ جانے کی وجہ سے سفارش کرنا اور کروانا ایک فیشن اور رسم و رواج کی شکل اختیار کر گیا' حالانکہ سفارش صرف حق کیلئے جائز ہے۔ بصورت دیگر ناجائز' حرام اور گناہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو اس (کے ثواب) میں سے حصہ ملے گا اور جو بری بات کی سفارش کرے اسکو اس (کے عذاب) میں سے حصہ ملے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے" [سورۃ نساء]

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران ہے۔ اس کو سب کچھ معلوم ہے کہ کون کس نیت سے سفارش کر رہا ہے کہ محض اللہ کیلئے کسی بھائی کی امداد کرنا مقصود ہے یا کوئی ذاتی غرض بطور رشوت حاصل کرنا ہے' بناء بریں یہ کہنا ممکن ہے کہ سفارش کی دو اقسام ہیں۔ اچھی اور بری' یا جائز و ناجائز' لہٰذا جائز سفارش کی ایک شرط یہ ہے کہ جس کی سفارش کی جائے اس مطالبہ مبنی بر حق اور جائز ہو' دوسرے یہ کہ وہ اپنے مطالبہ کو بوجہ کمزوری بذات خود حکام تک نہیں پہنچا سکتا۔

اسکے برعکس خلاف حق سفارش کرنا یا دوسروں کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کرنا شفاعت سیہ یعنی بری سفارش ہے۔ جسکی اسلام میں سخت ممانعت آئی ہے۔ ناجائز سفارش کے بارے میں بخاری شریف کی حدیث ملاحظہ ہو

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ :

"قبیلہ مخزوم کی ایک عورت کے متعلق جس نے چوری کی تھی قبیلہ قریش کو سخت فکر لاحق ہوئی کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لہٰذا اہل قریش نے باہم مشورہ کیا کہ اس

کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض معروض کیا جائے‘ سب کے مشورے سے قرار پایا کہ اسامہ بن زیدؓ کے سوا جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت چاہتے تھے اور کوئی شخص جرات نہیں کر سکتا‘ لیکن اسامہ کے عرض کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسامہؓ! اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزاؤں کے معاملے میں تم میرے سامنے سفارش لے کر آئے ہو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ اور خطاب فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگوں کو اس بات نے تباہ کیا کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کا ارتکاب کرتا تو اس سے درگزر کرتے تھے‘ اور اگر کوئی معمولی شخص چوری کرتا تو اسے سزا دیتے تھے‘ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا: اگر محمد کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔“

اس حدیث مبارک سے غلط سفارش کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے‘ نیز یہ کہ اسلام میں معزز اور غیر معزز‘ اعلیٰ اور ادنیٰ سب برابر ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اسامہؓ کے ساتھ محبت کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سفارش کو رد فرمایا۔ اور اس پر سخت ناراض ہوئے۔ حضرت اسامہؓ نے یہ خیال کیا کہ ان سے بوجہ سفارش کرنے کی جو خطا سرزد ہوئی ہے اس کی پاداش میں وہ عذاب الٰہی کے مستوجب ہو گئے۔

لہٰذا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور گڑگڑا کر التجا کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں مغفرت کی دعا مانگیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ ناجائز سفارش زبان کا غلط استعمال اور ایک سنگین معاشرتی المیہ ہے جس سے خود اجتناب کرنا اور دوسروں کو بھی بچانا از حد ضروری ہے۔

☆☆☆

فضول گوئی

منہ سے وہی بات نکالنی چاہیے جو مفید اور کارآمد ہو جو باتیں فضول اور عبث ہیں ان باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ" [ترمذی]

آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے مقصد باتوں کو ترک کر دے۔

فضول گوئی اور لایعنی باتوں میں انسان منہ سے سب کچھ نکالتا ہے۔ فضول اور لایعنی ہر بات گناہ کا سبب بنتی ہے لیکن باتوں کے اس طویل سلسلے میں بعض اوقات منہ سے ایسی بات نکلتی ہے جس کی وجہ سے متکلم جہنمی بن جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اِنَّ الْعَبْدَ یَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَۃِ مَایَرٰی اَنْ تَبْلُغَ بِہٖ حَیْثُ بَلَغَتْ تَرْدِیْہِ فِی النَّارِ اَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا"

(انسان ایسی بات کہہ بیٹھتا ہے جو اس کو چالیس سال کے لئے جہنم میں ڈال دیتی ہے اور اسے پرواہ ہی نہیں ہوتی۔

ترمذی میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ:

"جنگ اُحد میں ہمارا ایک لڑکا شہید ہو گیا جس کے پیٹ میں بھوک کی وجہ سے پتھر باندھا پایا گیا اس کی والدہ نے اس کے چہرے سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہا "اے بیٹے تجھے جنت مبارک ہو یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ غیر متعلقہ معاملات میں گفتگو کرتا ہو، اور ایسی چیزیں دوسروں کو دیتا ہو جس کا دینا اس کے لیے نقصان دہ تھا۔"

لایعنی باتیں اور فضول گفتگو انسان کے لیے نقصان وخسران کا سبب بنتی ہے۔ ابراہیم نخعی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان دو خصلتوں کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں ایک فضول خرچی اور دوسری فضول گوئی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بڑا خطا کار وہ ہوگا جو لغویات میں زیادہ مشغول رہنے والا ہو۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''بے فائدہ کلام کا مقصد یا تو غیر ضروری چیز کے معلوم کرنے کی حرص ہوتی ہے یا بطور محبت کلام کا پھیلانا منظور ہوتا ہے، یا دل بہلانے کی طور پر ایسی حکایات کہتی ہیں کہ جن سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور ان سب لغویات سے بچنے کا علاج یہ ہے کہ اس بات کا یقین کرے کہ موت سامنے کھڑی ہے، مرنے کے بعد ایک ایک لفظ کی پرسش ہوگی، زبان ایک جال ہے کہ اس سے طائرِ نعماء بہشتی پھنسا کرتا ہے پس اس کو بیکار چھوڑنا بڑے نقصان کی بات ہے یہ علمی علاج ہے اور علمی تدبیر یہ ہے کہ اول مفید کلام کا بھی بولنا چھوڑ دے تاکہ بے فائدہ کلام کی عادت ختم ہو جائے۔ اس زمانے میں عزلت نشینی کے بغیر لایعنی باتوں سے زبان کو روکنا مشکل ہے۔''

مذکورہ روایات فضول گفتگو کے اس جرم کی سنگینی کو بتانے کے لئے کافی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اکثر لوگ لایعنی باتوں سے روکنے کے اس عمل کو اہمیت سے نہیں لیتے ہیں حالانکہ یہ ایک سنگین جرم اور گناہ ہے اعاذنا اللّٰہ من ذالک..... لہذا اس سے بچنا لازم ہے اور اپنی اس حرکت پر توبہ کرنا ضروری ہے۔

فخر کرنا

انسان میں جب کوئی وصف یا کمال پایا جاتا ہے اور لوگوں میں جب وہ وصف نہ ہو تو یہی انسان ان لوگوں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے اور خود فخر وغرور کے گیت گانا شروع کر دیتا ہے۔ دنیا میں سب سے پہلے اس بداخلاقی کا ظہور شیطان سے ہوا۔ اس کے آدم علیہ السلام کو حقیر سمجھا اور خود کو اس سے بالاتر سمجھ کر فخر کرنے لگا اور پکارا "أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ" میں اس سے بہتر ہوں۔ اسی فخر اور غرور پر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مردود قرار دیا۔

جو لوگ فخر کرتے ہیں وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا [نساء:۳۶]

(اللہ تعالیٰ اس کو پیار نہیں کرتا جو مغرور اور فخر کرنے والا ہو۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَوْحٰى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ لَا يَفْخَرُ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ" [صحیح مسلم]

(اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی بھیجی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ، کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے اور کوئی کسی پر فخر نہ جتلائے۔

اسلام نے ہم پر یہ واضح کیا ہے کہ حسب ونسب، شکل وصورت، جمال ومال، دولت وقوت اور رنگ وقوم میں سے کوئی چیز فخر کا ذریعہ نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرائیں تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم

میں بڑا شریف وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیز گار ہو۔ [الاحزاب:۱۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مزید تشریح کی اور فرمایا کہ:

"خدا تعالیٰ نے تمہارے جاہلیت کے غرور باپ دادا کے فخر کے طریقہ کو مٹا دیا۔ اب صرف دو قسم کے آدمی ہیں مومن پرہیز گار اور بدکار بدبخت۔ تم لوگ آدم کے بچے ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ لوگ ایسے لوگوں پر فخر کرنا چھوڑ دیں جو جہنم کا کوئلہ ہیں۔" [ترمذی]

ہمارے معاشرے میں بعض لوگ عربوں کی طرح قبیلہ کی کثرت پر فخر کرتے ہیں، بعض لوگ مال و دولت پر فخر کرتے ہیں۔ بعض حضرات قبیلے کی شرافت یا اباؤ اجداد کی بزرگی پر فخر کرتے ہیں، اور بڑے اداب والقاب کا اپنے ناموں کے ساتھ اضافہ کرتے ہیں۔ اگر ان کا یہی عمل خلاف واقعہ ہو تو جھوٹ ہے اور اگر واقعہ کے مطابق ہو تو فخر و غرور ہے جس سے قرآن وسنت نے منع ہونے کا حکم دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فخر کرنا شیطانی عمل ہے، اخلاقی عیب ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت سے محرومی کا ذریعہ ہے اس لئے اس عمل کو چھوڑنے اور تواضع و عاجزی اختیار کرنے میں دونوں جہانوں کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

عار دلانا

زبان کی شرارتوں میں سے ایک خطرناک اور نقصان وہ شرارت عار دلانا ہے۔ عار دلانا ایک جاہلانہ حرکت ہے، عار دلانے سے فتنہ وفساد کی آگ بھڑکتی ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں اکثر جھگڑے عار دلانے سے لگ جاتے ہیں۔ عار دلانا جاہل لوگوں کا کام ہے اس سے بچنا چاہیے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے اپنے غلام کو اس کی ماں کی عار دلائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا" بے شک تم ایک ایسے آدمی ہو کہ تم میں ابھی جاہلیت کا اثر باقی ہے۔"

جو شخص دوسروں کو عار دلاتا ہے اس کے کئی نقصانات ہیں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ایک نقصان یہ ہے کہ جو شخص دوسروں کو جن گناہوں کا عار دلاتا ہے تو آخر کار خود بھی اس گناہ میں گرفتار ہوتا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ قَدْتَابَ مِنْهُ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ"

"جس نے اپنے بھائی کو کسی ایسے گناہ کی وجہ سے عار دلائی جس سے وہ توبہ کر چکا ہو، تو اس کی موت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک وہ اس گناہ میں مبتلا نہ ہو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدعمل اور زبان کے اس غلط استعمال سے باز رہنے کی تاکید کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر

چڑھے اور آپ نے بلند آواز سے پکارا اور فرمایا:

''جو لوگ زبان سے اسلام لائے ہیں اور ابھی تک ایمان ان کے دلوں میں پوری طرح نہیں اترا وہ مسلمانوں کو ستانے، ان کو عار دلانے شرمندہ کرنے اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے پڑنے سے باز رہیں۔ کیونکہ اللہ کا قانون ہے کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے پڑے گا اور اس کو رسوا کرنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کے پیچھے پڑے گا اور جس کے عیوب کے پیچھے اللہ تعالیٰ پڑے گا اس کو ضرور رسوا کرے گا۔ (اور وہ رسوا ہو کے رہے گا) اگرچہ اپنے گھر کے اندر ہی ہو۔'' [ترمذی]

عار دلانا اس دور کا ایک سنگین معاشرتی المیہ ہے جب دو آدمیوں کے درمیان معمولی نزاع و جھگڑا ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو کمزوریوں اور کمی و کوتاہیوں کا عار دلاتے ہیں۔ عار دلانا ایک فتنہ پردازی ہے جس کے نتائج بعض حالتوں میں نہایت خطرناک صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور قتل و خونریزی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ وہ متعدد گناہوں کا مجموعہ ہے اور اس میں دوسروں کو ستانا، شرمندہ کرنا، چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے پڑنا اور ایذا رسانی جیسے مختلف بداخلاقیوں کے عناصر شامل ہوتے ہیں۔ اس لیے عار دلانا ان نتائج اور ان عناصر کے لحاظ سے گناہ کبیرہ ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ اخلاقی مرض ہمارے سوسائٹی میں اس قدر پھیل گیا ہے کہ یہ اب ایک معمولی چیز بن گیا ہے اور اس کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ لہذا اس گناہ سے خود بچنا اور دوسروں کو بچانے کی فکر کرنا ہمارا اخلاقی فریضہ ہے۔

دینی معاملات میں غیر محتاط گفتگو

لسانی شرارتوں میں ایک دینی معاملات میں غیر محتاط گفتگو ہے۔ جو لوگ بغیر علم کے دینی موضوعات کے بارے میں رائے زنی کرتے ہیں وہ لوگ ایک پُر خطر راستے سے گزر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو زبان کے اس غلط استعمال سے ڈرایا ہے فرمایا:

"مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِرَأْیِهٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ [ترمذی]

(جس نے اپنی رائے اور خیال سے قرآن کے بارے میں کوئی بات کہی تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔)

سنن ابوداود میں ایک روایت ہے :

"مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِرَأْیِهٖ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ"

جس شخص نے قرآن کریم کے بارے میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی اگرچہ اس نے ٹھیک بات کہی ہو پھر بھی اس نے غلط کام کیا۔

جو لوگ بغیر علم کے دینی معاملات میں رائے زنی کرتے ہیں وہ یہ سوچتے ہیں کہ ہم دین کی خدمت کر رہے ہیں، مگر فی الحقیقت وہ اپنی خدمت کے ذریعے اسلام کی جڑیں کاٹ ڈالتے ہیں، خود بھی ضلالت وگمراہی کے گڑھے میں گر جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من افتی بغیر علم کان إثمه علی من أفتی به"

(جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو گناہ اس پر ہوگا جس نے فتویٰ دیا۔)

آخری زمانے کی عکاسی کرتے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاہل لوگ لوگوں

کے مذہبی پیشوا ہوں گے تو لوگ ان سے مسائل کے بارے میں استفتا کریں گے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں، جس کی وجہ سے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کے دور میں ایسے مذہبی سکالروں اور دانشوروں کی کمی نہیں ہے جو محض سرسری مطالعے یا قرآن وسنت کا اردو ترجمہ دیکھ کر دینی معاملات میں رائے زنی کرتے ہیں اور دینی مسائل میں عقلی گھوڑے دوڑانا شروع کر دیتے ہیں اور اپنی رائے وسوچ سے دینی موضوعات پر گفتگو کرتے رہتے ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ دریافت کیا گیا کہ جو شخص فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے لیکن نے اس نے کسی استاد سے فقہ حاصل نہیں کیا ہو اور اپنے مطالعہ کے زور پر فتویٰ دیتا ہو تو کیا اس کے لیے فتویٰ دینا جائز ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس شخص کے لئے فتویٰ دینا جائز نہیں کیونکہ وہ عامی جاہل ہے اسے کچھ معلوم نہیں، کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہوئی کہ جب تک معتبر اساتذہ سے علم حاصل نہ کیا ہو تو دینی معاملات میں رائے زنی، اور اس پر گفتگو نہیں کرنا چاہیے، لسانی شرارتوں میں ایک خطرناک شرارت یہی ہے کہ زبان کو ان مسائل پر کھولی جائے جن کا بیان کرنے والے کو علم نہ ہو، اس گناہ سے بچنے کے لیے زبان کی حفاظت ازحد ضروری ہے۔

شیخی مارنا

لسانی شرارتوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے ہی اپنی پاک دامنی بیان کرے۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے شریعت اسلامی نے منع کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ [النجم:۳۲]

"وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو خوب جانتا ہے جب بنا نکالا تم کو زمین سے اور جب تم بچے تھے ماں کے پیٹ میں سومت بیان کرو اپنی خوبیاں وہ خوب جانتا ہے ان کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے۔"

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں اگر تقویٰ کی کچھ توفیق اللہ نے دی تو شیخی نہ مارو، اور اپنے آپ کو بہت بزرگ نہ بناؤ۔ وہ سب کی بزرگی اور پاکبازی کو خوب جانتا ہے۔ اور اس وقت سے جانتا ہے جب تم نے ہستی کے اس دائرے میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برہ (نیکی) نام رکھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

"لَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمُ اللَّهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنكُمْ"

اپنی پاکی مت بیان کریں اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو جانتا ہے۔

اس آفت میں بہت سے دیندار لوگ بھی پھنس گئے ہیں۔ موقع بہ موقع اپنی نیکی ظاہر کرنا چاہتے ہیں، کبھی تہجد کا بحث، کبھی نفلی روزوں اور نوافل سے دعوائے برتری، اور کبھی تلاوت، ذکر و اذکار اور دیگر عبادات سے اپنی پاک دامنی کی حکایات بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخی

مارنے اور دعوائے پاک دامنی کے سدِ باب کے لیے نفلی روزے تو در کنار فرضی روزوں کے بیان سے بھی منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

"لَا يَقُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ صُمْتُ رَمَضَانَ كُلَّهٗ وَقُمْتُهٗ"

تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے پورا رمضان روزے رکھے اور راتوں کو قیام کیا۔"

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ" [النساء:۴۹] (کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہے پاکیزہ کرتا ہے۔)

اپنی بڑائی اور پاک دامنی بیان کرنے سے انسان میں تکبر اور غرور پیدا ہوتا ہے۔ اصل حقیقت کو بڑھ چڑھ کر پیش کیا جاتا ہے، کمزوریوں کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، بڑائی کی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

دوسروں کی پاک دامنی بیان کرنے سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ارشاد ہے:

"إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ لَا بُدَّ لَهٗ مَادِحًا أَخَاهُ فَلْيَقُلْ أَحْسَبُ فُلَانًا وَلَا أُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا وَاللّٰهُ حَسِيْبُهٗ إِنْ كَانَ يَرٰى أَنَّهٗ كَذٰلِكَ" [بخاری]

(اگر تم میں سے ضرور کسی کی تعریف کرنا چاہے تو چاہیے کہ یوں کہے کہ فلاں شخص پر میں ایسا گمان کرتا ہوں اور خدا کے نزدیک کسی پر پاکی کا حکم نہیں لگاتا ہوں اس کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے یہ بھی اس وقت کہ وہ ایسا ہو۔"

ان تمام تعلیمات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شیخی مارنا، پاک دامنی بیان کرنا اور بڑائی کرنا برے اعمال ہیں ان اعمال سے بچنا ضروری ہے۔

دوسروں کی بات کاٹنا

زبان کا غلط استعمال یہ بھی ہے کہ جب آپ کا دوسرا بھائی بات کرتا ہے اور آپ اس کے بات کو کاٹ کر خود شروع کریں۔ اس سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے اس لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے اس سے منع ہونے کا حکم دیا۔ فرمایا:

"لَاتُمَارِكَ أَخَاكَ وَلَاتُمَازِحْهُ وَلَاتَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ [ترمذی]

(اپنے بھائی کی بات مت کاٹ، اس سے مزاح نہ کر اور نہ ہی اس سے ایسا وعدہ کر جس کی تو خلاف ورزی کرے۔)

ایک اور روایت میں ہے:

"مَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بَنَى لَهُ بَيْتٌ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُبْطِلٌ بَنَى لَهُ بَيْتٌ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ

(جو شخص بات کاٹنی چھوڑ دے اور وہ حق پر ہو اس کے لئے جنت اعلیٰ میں مکان بنایا جائے گا اور اگر بات کاٹنی چھوڑ دے اور وہ مبطل ہو تو وسطِ جنت میں اس کے لئے مکان بنایا جائے گا۔

ان روایات سے اس بات کی وضاحت ہوئی کہ مجلس میں دوسروں کی باتیں سننا چاہیے مجلس میں جب ایک ساتھی بات کرتا ہے تو دیگر ساتھیوں کو خاموشی سے اس کی بات سننا چاہیے اور اس وقت تک زبان نہیں کھولنا چاہیے جب تک دوسرا ساتھی بات پوری کرے۔

اسلام حقوقِ انسانی کا علمبردار مذہب ہے حقوق کے سلسلے میں اس قسم کے معمولی معمولی باتوں کا خیال رکھنے کی مثالیں شاید دوسری مذہب میں مل سکیں۔ اسلام نے باتوں کے کاٹنے سے منع

ہونے کو ایمان کا کاملیت کا نشانی قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو پورا نہیں کرتا یہاں تک کہ بات کاٹنی چھوڑ دے، اگرچہ حق پر ہی ہو۔

آج ہمارا یہ المیہ ہے کہ ہم جس مجلس میں جاتے ہیں تو وہاں یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ کون بیٹھا ہے؟ اور کیا بول رہا ہے؟ بلکہ وہاں جا کر دو چار الفاظ سنتے ہیں ان کی بات کاٹ کر خود شروع کر جاتے ہیں یوں چھوٹے بڑے، عالم جاہل اور اچھے برے کی تمیز کے بغیر لوگوں کی منہ سے بات لیتے ہیں اور دوسروں کی بات کو توجہ دینے کی بجائے خود بولتے رہتے ہیں۔ اہل مجلس کی باتوں میں بے جا مداخلت کرتے ہیں، جس کی وجہ سے یہی عمل ان لوگوں کے لئے ایذاء کا باعث بنتی ہے اور شریعت اسلامی نے ایذا اور رسانی کو حرام ٹھہرایا ہے۔

مجلس میں آرام اور خاموشی سے دوسروں کی بات سننا چاہیے۔ متکلم کو بات مکمل ہونے دیجئے اس کی بات پوری ہونے پر اگر جواب کی ضرورت ہو تو آپ جواب دیں، اگر آپ کو کچھ اور کہنا چاہتے ہیں تو کہہ لیں لیکن درمیان میں بات کاٹنا مجلس کے اداب کی خلاف ورزی ہے جس سے احتیاط لازمی ہے۔

نوحہ بازی

لسانی آفتوں میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کی موت پر واویلا مچایا جائے۔ جزع فزع اور اظہار غم میں غلو سے کام لیا جائے۔ اسلام نے ہمیں صبر کرنے کی تلقین کی ہے اگر ہم جزع وفزع کریں تو کیا ہمارا مردہ زندہ ہو جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے، ہر کسی کو مرنا ہے لیکن جو کوئی بھی مرجائے تو اس کے پسماندگان کی زبانوں پر یہ کلمات ہونے چاہئیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ [البقرہ:۱۵۶] (ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔) یہ اسلامی طریقہ ہے، اس کے بجائے اہل جاہلیت کا سا طریقہ اختیار کرنا حرام ہے اللہ اور اس کے رسول اس سے بری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ [بخاری] (وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اپنا منہ پیٹے، دامن پھاڑے اور جاہلیت کی پکار بلند کرے۔) مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مردہ پر چیخ کر روئے، جاہلیت کی پکار کی طرح پکار بلند کرے، واویلا مچائے، دامن اور گریبان پھاڑے، منہ پیٹے، رخساروں پر تھپڑ مارے یا دیگر طریقوں سے اظہار غم میں غلو وتشدد کرے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ شریعت اسلامی نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ہمارے معاشرے میں وہی چیزیں عروج پر ہیں، ماتمی رسومات میں ہم ہندو قوم کی تقلید کرتے ہیں، نوحہ کرتے اور واویلا مچانے کے بغیر ہمارا کوئی بھی غم اختتام پذیر نہیں ہوتا ہے۔ شریعت نے ہمیں اس بابت میں سخت تاکید کی ہے کہ اس قسم کے جزع فزع اور واویلا مچانے سے مردہ کو عذاب ہوگی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے کہ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ" (بے شک مردے کو اس کے اہل وعیال کے جزع فزع کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔) واضح رہے کہ بغیر جزع فزع کے اظہار غم اور بغیر چیخ پکار کے رونا کوئی گناہ کی بات نہیں بلکہ ایک فطری امر ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ کسی کی موت پر نوحہ کرنا، واویلا مچانا، جزع فزع کرنا، زبان کی آفتوں میں سے ہیں۔ جس کی وجہ سے مردوں کو بھی عذاب اور زندوں کو مصیبت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ان حرکات سے بچنا اور دوسروں کو بچانا ہماری ذمہ داری ہے۔

زبان کا غلط استعمال اور خود احتسابی

ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں ہم بھی تو زبان کی مذکورہ بیماریوں میں مبتلا نہیں ہیں۔ اگر ہم نے خود احتسابی سے کام لیا تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم ان تمام بری عادات واطوار کی زد میں ہیں۔ مثلاً کیا ہم غیبت کرتے ہیں؟ یقیناً ہم غیبت کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ہماری خوراک بن گئی ہے۔ اور ہماری مجلسوں اور محفلوں کی زینت بن گئی ہے۔ کیا ہم نے کبھی سوچا ہے کہ غیبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدترین گناہ قرار دیا ہے اور ہم اس کے مرتکب ہو رہے ہیں' دوسروں کا مذاق اڑانا سرے سے ہم گناہ نہیں سمجھتے' سائلوں محتاجوں' مجنونوں اور سادہ لوح قسم کے لوگوں کا مذاق اڑانے اور ان کو تنگ کرنے میں ہم لذت محسوس کرتے ہیں۔ ایمان کے ان دعویداروں کے لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد قابل عبرت ہے کہ کسی مومن کے لئے جو اللہ کی ذات اور آخرت کا امیدوار ہو جائز نہیں کہ وہ کسی شخص کا مذاق اڑائے۔ جھوٹ بولنا تو ہماری عادت بن گئی ہے اور ساتھ ہی پکے اور سچے مومن ہونے کے دعویدار بھی ہیں' پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہر خصلت مومن میں ہو سکتی ہے' سوائے جھوٹ اور خیانت کے۔ اس صاف اور صریح ارشاد کے بعد ذرا سوچنا چاہیے کہ اگر خدانخواستہ ہم جھوٹے بھی ہیں اور حقیقی ایمان کے دعویدار بھی تو ہم اس دعویٰ میں کہاں تک حق بجانب ہیں؟

خوشامد اور چاپلوسی دور حاضر کی گویا ایک ضرورت بن گئی ہے۔ دنیوی اغراض ومقاصد کے لئے فاسقوں، فاجروں اور لادین لوگوں کی تعریفیں کی جاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب فاسقوں کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ غصہ ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے عرش ہلنے لگتا ہے۔ فکر کرنے کی بات ہے کہ جو شخص خدا کے احکامات کو کھلے عام توڑتا ہے کیا وہ عزت کے لائق ہے؟ اگر وہ عزت کے لائق نہیں تو پھر ان کی خوشامدی، چاپلوسی اور تعریفیں تو اس بات کا ثبوت نہیں کہ

ان تعریف کرنے والوں میں اپنے دیتے، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کمزور ہے؟

دوسروں پر تنقید کرنا ہمارا محبوب مشغلہ ہے۔ فقرے کسنا اور لوگوں کے عیوب کی تشہیر کرنا بڑا کمال سمجھا جاتا ہے۔ ہمیں دوسروں کی آنکھ کا تنکا تو نظر آ جاتا ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ ہمیں یہ فکر کرنی چاہیے کہ ہم دوسروں کے عیوب کی نشاندہی تو کرتے ہیں' لیکن اپنے طرز عمل کے بارے میں سوچنے کی زحمت کیوں گوارہ نہیں کرتے؟ جب ہم دوسروں کی عیب گوئی کا مشغلہ اپناتے ہیں اور خود اپنے انجام سے بے خبر اور غافل رہتے ہیں تو کیا ہم ''اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم'' کے مصداق تو نہیں بنتے؟ تکلم میں گالی گلوچ اور بے ہودہ کلمات کا استعمال ہمارا تکیہ کلام بن گیا ہے' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن طعنہ زنی کرنے والا' لعنت کرنے والا اور بے حیائی و بد گوئی کرنے والا مومن نہیں ہوتا' مومن کی یہ خصلت بیان ہوئی کہ وہ فحش گو نہیں ہوگا۔ کیا آج کے مومن نے کبھی یہ غور کیا ہے کہ میں جو طعنہ زنی' اور فحش کلامی کرتا ہوں' یہ ایمانی تقاضوں سے انحراف تو نہیں؟

دوسروں کے عیوب ٹٹولنا اور الزامات لگانا ہمارے کلچر کا ایک حصہ بن گیا ہے جو لوگ دوسروں پر الزامات لگاتے ہیں ان کو ذرا ان قرآنی وعیدات کا استحضار کرنا چاہیے۔ جو تہمت اور الزام لگانے پر وارد ہوئے ہیں' مثلاً پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں ارشاد ہے کہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔'' کیا الزام لگانے والے حضرات مذکورہ وعید سے بچ سکتے ہیں؟ جس شخص کے بارے میں قرآن نے لعنت اور عذاب عظیم جیسے سخت الفاظ استعمال کئے۔ اس کے لئے یہی عمل خسارے والا نہیں ہوگا۔ دورخی اور منافقت نے ایک فیشن اختیار کیا ہے اس کو کمال سمجھا جاتا ہے۔ ایک مومن کے لئے ایک ایسا عمل جو اس کو دائرہ ایمان سے دائرہ منافقت تک پہنچاتا ہے اور جنت کے بجائے فی الدرك الاسفل من النار کا مستحق ٹھہراتا ہے' دورخی کرنے والوں کے لئے ذرا سوچنا چاہیے کہ ایسا کرنے سے ان کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

کسی کے شکل و صورت، حسب و نسب، غربت و افلاس اور دیگر قدرتی امور پر لعن طعن کرنا اور عار دلانا دور حاضر کا ایک شیوہ بن گیا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے غلام کو

ماں کی عار دلائی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''بے شک تم ایک ایسے آدمی ہو کہ تم میں ابھی جہالت کا اثر باقی ہے۔'' آج کا مسلمان جس کا محبوب مشغلہ ہی دوسروں کو عار دلانا ہوتا ہے اس حدیث کی روشنی میں اس کا یہ عمل جہالت اور حماقت کا اثر نہیں ہے؟

مختصر یہ کہ ہم اپنی زبان سے دوسروں کو نقصان اور دکھ پہنچاتے ہیں اور دوسری طرف یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم حقیقی مسلمان ہیں' حالانکہ مسلمان کی پہچان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتائی کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے گا' جب ہماری زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ نہ ہو' بلکہ مصیبت میں مبتلا ہو تو پھر ہمارا یہ دعویٰ کہ ہم حقیقی مسلمان ہیں کہاں درست ہو سکتا ہے' بھلا اس شخص کی عبادت کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ جس کی زبان کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ نہ ہوں' اور وہ مومن کیسے دوسروں کے دلوں پر راج کر سکتا ہے؟ جو زبان کی استعمال میں احتیاط نہیں برتتا بلکہ جائز و ناجائز اور اچھے برے کی تمیز کئے بغیر جو کچھ زبان پر آئے وہ بلا تامل بیان فرمائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے بارے میں جس چیز کا ڈر تھا وہ زبان ہے' ایک صحابی نے پوچھا ''یا رسول اللہ آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا ڈر ہے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا ''اس کا ڈر ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان کی صحت وسلامتی کا دارومدار زبان پر ہے جب زبان درست ہے تو دوسرے اعضا بھی درست رہتے ہیں اور جب زبان صحیح نہ ہے تو اس کا کوئی عضو درست نہیں رہتا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کا قول نقل کرتے ہیں کہ میری زبان درندہ ہے اگر اس کو کھلا چھوڑ دوں تو ڈر ہے کہ مجھے کھا نہ جائے۔ یہی خیال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ فرماتے ہیں.

احفظ لسانك أيها الإنسان　　لا يلدغنك انه ثعبان

كم في المقابر من قتيل لسانه　　كانت تهاب لقاءه الشجعان

اے انسان اپنی زبان کی حفاظت کر، تاکہ تمہیں نہ ڈسے کیونکہ وہ ایک اژدھا ہے بہت سے لوگ قبرستانوں میں اپنی زبانوں کی وجہ سے مقتول پڑے ہیں جن کی ملاقات سے بہادر لوگ بھی ڈرتے تھے۔